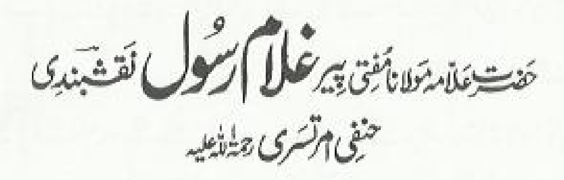


- حالاتِ زندگی
- ردِ قادیانیت

حالات زندگی

حضرت علامہ مولانا مفتی غلام رسول نقشبندی حنفی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت امرتسر میں ہوئی ہے۔ سن ولادت معلوم نہیں مگر چونکہ آپ کی عمر شریف ۶۳ سال کی تھی اور وصال ۱۳۲۰ھ میں ہوا ہے، اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی ولادت ۱۲۵۷ھ میں ہوئی ہوگی۔ آپ کے والد ماجد جناب پیر امیر الدین صاحب قاسمی آپ کے زمانہ طفولیت ہی میں انتقال فرما گئے تھے اس لئے اپنی صالحہ وعابدہ والدہ محترمہ کے سایۂ عاطفت اور اپنے برادر اعظم مولانا پیر محمد عبدالعزیز صاحب قاسمی کے زیر نگرانی تربیت و پرورش پاتے رہے۔

روحانی تعلقات و مشاغل:

یوں تو مولانا ابتداء ہی سے تقویٰ وطہارت کے پتلے تھے اور عفت و پاکیزگی گویا آپ کی سرشت میں داخل تھی لیکن بیعت کی جکڑ بندی نے آپ کی روحانیت میں نمایاں خصوصیت پیدا کردی تھی۔ ذکر و فکر اور مراقبہ سے آپ غافل نہ رہتے تھے۔ مقررہ ومتعینہ اوقات اور تنہائی میں اپنے مالک کو یاد کرتے تھے۔ پس پھر کیا تھا، خوابوں میں انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے دیدار رحمت آثار سے مشرف ہونے لگے، لیکن ان روحانی تعلقات کو جو مولانا بزرگان دین سے رکھتے تھے بہت کم بیان فرماتے، کبھی کسی خاص وقت میں اپنے اخص المتعلقین سے ان باتوں کا تذکرہ ہو بھی جاتا تھا، چنانچہ ایک دفعہ آپ نے اپنے عزیز بھتیجے اور شاگرد مولانا مفتی پیر غلام مصطفیٰ صاحب سے بیان فرمایا کہ:۔

''میں نے خواب میں ایک بڑا عالیشان مکان دیکھا اس کے دروازہ پر ایک دربان بیٹھا تھا میں نے اس سے کہا کہ اس مکان میں جاکر میں حضور غوث اعظم حضرت شیخ

سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ دربان نے جواب دیا کہ اس مکان میں فضلاء کے سوا کسی دوسرے کو جانے کی اجازت نہیں، خیر! ٹھہریئے میں اندر جا کر اجازت طلب کرتا ہوں۔ یہ کہتا ہوا اندر گیا اور واپس آ کر مجھے اندر جانے کی خوشخبری سنائی، میں مکان میں داخل ہوا اور حضور شیخ رضی اللہ عنہ کے دیدار کا لطف اٹھایا''۔

اسی طرح ایک دفعہ فرمایا کہ:

''مجھے خواب میں بتلایا گیا کہ فلاں مکان میں حضور سرور کائنات ﷺ تشریف رکھتے ہیں میں سن کر اس طرف چلا، راستہ میں دو غیر مقلد ملے ان سے دریافت کرنے پر میں نے ان کو بتلایا کہ میں رسول محترم ﷺ کی زیارت کے لئے جا رہا ہوں، انہوں نے کہا کہ حضرت ﷺ سے یہ دریافت کیجئے گا کہ تقلید شخصی کے متعلق کیا حکم ہے؟ غیر مقلد تو وہیں رہے اور میں نے آگے بڑھ کر اس متبرک مکان کو پالیا، اجازت ملنے پر میں مکان میں داخل ہوا۔ دیکھا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ بہت سے صحابہ واہلبیت رضی اللہ عنہم کی مجلس میں رونق افروز ہیں میں نے مؤدبانہ سلام عرض کرنے کے بعد پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! تقلید شخصی کے متعلق کیا ارشاد ہے؟ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا **ھذا طریق اسلم** یعنی یہ بہت مضبوط طریقہ اور محفوظ راستہ ہے''۔

غرض کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرات انبیاء اولیاء کی زیارتوں سے مشرف ہوتے رہتے تھے جس سے اس امر کا صاف طور پر پتہ ملتا ہے کہ مولانا کو مقربان بارگاہِ الٰہی سے ایک خاص تعلق تھا، آپ کے وصال کے بعد بھی بڑے بڑے متقی اور پرہیزگار حضرات نے خواب میں آپ کو مراتب عالیہ پر متمکن اور اولیاء کرام کی مجلسوں میں جلوہ گر دیکھا۔

تصانیف

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مشغلۂ تالیف وتصنیف کو زمانہ تعلم ہی سے شروع کر دیا تھا، آپ کی تصنیفات میں

ا۔ رسالہ ''تحقیق المرام فی منع القراء ۃ خلف الامام''

یہ کتاب آپ نے غیر مقلدین یعنی اہلحدیث حضرات کے رد میں لکھی۔ یہ کتاب عربی میں ہے اور اس کا ترجمہ ان کے شاگرد حضرت علامہ نور بخش توکلی مصنف سیرت رسول عربی ﷺ نے کیا۔

۲۔ ''اتفاق البررۃ التقی علی ان سنۃ الجمعۃ لاتقضی''

۳۔ رسالہ ''امتناع نظیر''

یہ حضرت نے اسمٰعیل دہلوی اور وہابیہ کے رد میں لکھی۔

٤۔ ''حاشیہ قاضی مبارک''

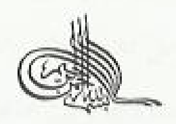
۵۔ ''حاشیہ شرح ملا جامی''

ردّ قادیانیت

دجال مرزا قادیانی کے نزدیک ''وفات مسیح'' ایک ایسا مسئلہ تھا جس کے ثابت ہونے پر اس کی دجالی مسیحیت ثابت ہوتی تھی وفات مسیح کا مسئلہ سب سے پہلے سرسید احمد خان نیچری نے نکالا تھا اور اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش مرزا نے کی۔ ۱۸۹۳ء میں جبکہ مرزا قادیانی اور اس کی ذریّت وفات مسیح پر اپنا زور لگائے ہوئے تھے تو علامہ غلام رسول امرتسری صاحب نے مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام پر یہ معرکۃ الآراء کتاب **''الالہام**

الصحیح فی اثبات حیات المسیح" لکھی جس میں دلائل عقلیہ وبراھین نقلیہ سے ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰ روح اللہ علی نبینا و علیہ السلام بجسد عنصری آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ کتاب کے آخر میں مرزائیوں کو چیلنج دیا گیا تھا کہ اگر اسکا جواب باصواب لکھو گے تو تمہیں ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائیگا۔ یہ کتاب بزبان عربی تحریر کی گئی ہے اس کا اردو ترجمہ حضرت کے شاگرد و برادر زادے مولوی مفتی غلام مصطفیٰ قاسمی حنفی صاحب نے کیا۔ جو کہ اسی جلد میں شامل ہے۔

محمد امین قادری حنفی



قَدْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۝
الآية ⑧١ سورة الاسراء

اَلْاِلْهَامُ الصَّحِیْحُ فِیْ اِثْبَاتِ حَیَاۃِ الْمَسِیْحِ

(عربی)

(سنِ تصنیف: 1893ء / ۱۳۱۱ھ)

تصنیفِ لطیف

حضرت علامہ مولانا مفتی پیر **غلام رسول** نقشبندی حنفی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

الحمد لله الذی هدی لمن الی هداه مال وهادوارشد الی فهم الحقائق لمن فی تحقیق الحق اشتد واد واشاد بذکر من جاد بالوصول الی الدقائق القرانیه وفی رضاه دجا ومن خاض فی ایاته خوض من لم ینب الیه فهو ممن اناب الیه صادو عن سبیله صاذ وفی بواد الحیرة کا لحمار الحیدی حاد وذید عن خطیرة قدسه اشد الذیاد ومن تنخی بسواده عن سواد عباده الصالحین فهو احری بان یسود وجهه بالسواد لا بان یسود اوساد ومن عاد لعصیانه من ای عاد کان کما اعتاد عاد فقد عاد الی شر معاد والصلوٰة والسلام الاتمان الاکملان علی حبیبه وصفیه محمّدﷺ سیدالانبیاء والاولیاء من الاقطاب والاوتاد الذی تخضع دون سرادقات دولته القیاصرة والاکاسرة وکل منهم فی جنابه تادوانقادومن تکبر واعرض عنه وفادوعن استماع مواعظه اضفاد فقد اباده الله فبادوکاد ان یکاد دارالبوار یوم التناد وعلیٰ اٰله وصحبه الذین هم خزنة اسرار الدین المتین وباتباعهم ساد من سادوبشقاقهم وخلافهم زاغ عن الصراط السوی من زاغ ورقع فی الالحاد وفسد قلبه اشد الفساد کفساد طعام داد وبعد فیقول الراجی للترقی الی اوج القبول محمد غلام رسول الحنفی المجددی النوری القاسمی حفظه الله عن شر کل لئیم غبی وغوی انه لما کثر الضلال والطغیان والبغی والعدوان فی هٰذا الزمان من اجل الذی خرج من قادیان وادعی انه المسیح الموعود به الأتی اخرالزمان وانه مات نبی الله عیسیٰ بن مریم علی نبینا وعلیه السلام مادام الملوان وتعاقب القمران وانه لم یرفع بجسده الی الخضراء فلا ینزل الی الغبراء واظهر عقائد الزنادقة

ومكائد الملاحدة كل مطالبه و مطالب من يخدوه حذو النعل بالنعل الافساد فى البلاد وجل مآربهم افشاء التزنديق واشاعة العقائد الخبيثة الكفر ية بين العباد واذاعة الارتداد يدعون انهم هم المهتدون والحال انهم عن الصراط لناكبون وانهم الذين امنوا ثم كفروا فطبع على قلوبهم فهم لا يفقهون فان ماتوا علىٰ ذلک فهم فى جهنم خٰلدون تلفح وجوههم النار وهم فيها كالحون ويقال لهم الم تكن اياتى تتلىٰ عليكم فكنتم بها تكذبون يخنعون بالسلف الصٰلحين خنعا ويحسبون انهم يحسنون صنعاً ونحن بين اظهرقوم يسبون العلماء ويبغضون الفضلاء صناعتهم السب والشتم والطغيان وفى تفضيح الأمرين الناهين اطالة اللسان ليس لهم من العقل سهم ولا بالدين فهم لا يميزون بين القشر و بين اللباب ولا بين الدر و بين التراب ولا يفرقون بين الشمال واليمين ولا بين الشيخ والجنين فهم حائرون فى اودية الظلم وضلال مبين الايعلمون ان لعنة اللّٰه على الظالمين ولما بلغ الامرالى مارايت وانتهى الفساد الى ما تلوت ودريت التمس منى بعض الاحباب وخلص الاحباب ان اظهر فساد دلائل القاديانى على دعواه من موت عيسٰى صلى الله وسلم على نبينا وعليه حين مارفعه اللّٰه اليه واثبت حيٰوته بالأيات القرانية واكتفى بها من غير تعرض لذكرالاحاديث النبوية على صاحبها الف الف تحيه لان القاديانى واتباعه لايعتقدونها ولا يدينون بها ومن غير تعرض لسائر عقائدهم الفاسدة الكاسدة والمزخرفات الواهية لعدم اشتهارها كاشتهار المسئلة الاولى ولعدم الفراغ لكثرة الاشتغال بمطالعة الكتب السالفة المتداولة والافتاء

للمستفتين وتعليم الطلبة ولتنفر الطبيعة عن التوجه الى امثال هٰذه الخرافات ولكرهتها الالتفات عن اشباه هٰذه المزخرفات التى هى كفريات صرفة وارتدادات محضة اعاذنا اللّٰه تعالىٰ واعاذ سائر المسلمين من شرور هٰذه الطائفة الباغية الملاحدة خذلهم اللّٰه علٰيحده فاعتذرت منهم تارة بانصرا ف البال الى كثرة الاشغال و تارة بالتنفر عن صرف الاوقات فى الالتفات الى الزور الصريح من هذا المقال فقد مت رجلاً واخرت اخرىٰ ومع ذلک لم يتركوا لى عذراً وحكموا به على جبرا فاجبت مسئولهم حسب ما التمسواوانجحت مامولهم علىٰ ما اقترحوا فكتبت هذه الوريقة المختصرة وسميتها بالا لهام الصحيح فى اثبات حيٰوة المسيح وذكرت فيها دلائل القاديانى مهذبة ومنقحة اولاً ثم ازحتها ثانياً فوضح الحق الصريح وبطل ماكان يعمل الكائد والمكيدون فكبكبوا و نكسوا على رؤسهم هم والغاوٗن وجنود ابليس اجمعون فها انا اشرع فى المقصود متمسكا بحبل اللّٰه الودود واقول ان الكائد استدل على موت عيسٰىعليه السلام بقوله تعالىٰ وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات اوقتل انقلبتم على اعقابكم تقرير استدلاله وتهذيبه ان خلت بمعنى ماتت والرسل جمع معرف بلام الاستغراق فلذا فرع عليه افائن مات الخ اذلو لم يكن الخلو بمعنى الموت اولم تكن الرسل جمعا مستغرقالما صح التفريع اذصحته موقوفة على اندراج نبينا ﷺ فى لفظ الرسل المذكور قطعا وذلک بالاستغراق وكذا صحته موقوفة على كون الخلو بمعنى الموت اذ على تقدير التغائر وعموم الخلو من الموت يلزم

تفريع الاخص على الا عم مع ان التفريع يتعقب استلزام ما يتفرع عليه للمتفرع ومن المعلوم عدم استلزام الاعم للاخص فالتفريع الواقع فى قوله تعالىٰ يستدعى تحقق كلا الامرين من كون الخلو بمعنى الموت ومن كون الجمع مستغر قا وبعد كلتا المقدمتين يقال ان المسيح رسول وكل رسول مات وينتج هذا القياس المؤلف من المقدمتين القطعيتين ان المسيح مات وهو المطلوب والدليل على الصغرى قوله تعالىٰ ورسولاً الى بنى اسرائيل وقوله تعالىٰ ما المسيح بن مريم الا رسول وامثالهما من الأيات وتسليم جميع الفرق الاسلامية برسالته عليه السلام والدليل على الكبرىٰ المقدمتان الممهدتان المذكورتان لانه متى كان الخلو بمعنى الموت وقد اسند الى الرسل وثبت كونه جمعاً فيندرج فيه المسيح عليه السلام قطعا فيلزم ثبوت الموت له فى ضمن الكبرىٰ فثبت ما بصدده الكيديون ويزاح بمنع كلتا المقد متين وبمنع لزوم استحالة عدم صحة التفريع على تقدير ارتفاع كليتهما اواحدهما حقيقة كما فهموا وزعموا وبكونها مشترك الورود مطلقا بحسب الظاهر سلمت المقدمتان كلتاهما اومنعتا وسند المنع الاول ان الخلو هو المضى كما فسره ارباب اللغة واطالة الكلام بالنقل من كتب اللغة لا يليق بهذا المختصر ولتيسرالاستغناء بمطالعتها ولم يفسر احد من ارباب اللغة لفظ الخلو بالموت فعلم ان حقيقة اللغوية انما هى المضى لاغير كيف لاوقدتايد باسناد الخلو الى المنا فقين فى قوله عزوجل واذا خلوا الى شياطينهم وفى قوله تعالىٰ واذا خلا بعضهم الى بعض وعدم ارادة موتهم بهذا اللفظ ظاهر واسند الخلو

الى السنن وقيل وقد خلت من قبلكم سنن والى الايام كما فى سورة الحاقة فى قوله عزوجل كلوا واشربوا هنيئا بما اسلفتم فى الايام الخالية ولايتصوران يراد بخلو السنن والايام موتها بل مضيها وهذا ظاهر لايخفى على احد فتفسير الخلومابلوت تعريف له بالا خص والا خفى فان الموت نوع منه والخلو يشمل على الانتقال المكانى بجميع اصنا فه سواء كان ذلك الانتقال من الاعلىٰ الى الاسفل ويسمىٰ ذلك خفضا اومن الاسفل الى الاعلىٰ ويسمىٰ ذلك رفعاً او من القدام الى الخلف اوبالعكس ويشمل على الموت بالجرح الذى هو القتل وعلى الموت بلاجرح فلايلزم موت المسيح عليه السلام وان سلم الاستغراق فان ثبوت الاعم كالخلو مثلاً وان كان لكل فرد فرد من نوع ما كنوع الرسل مثلاً لا يستلزم ثبوت كل ما يندرج فيه من انواع ذلك الاعم لكل فرد فرد من ذلك النوع كمالا يخفى على من له ادنىٰ دراية والتمسك على تفسيره بالموت دون المضى بلزوم استحالة تفرع الاخص على الاعم مزيف بان المتفرع فى الحقيقة انما هو استبعاد الانقلاب وانكار جواز الارتداد على تقدير فقدان وجود الرسول ﷺ من بين اظهر القوم بعداداء الرسالة و تبليغ الاحكام الا لهية وكان تقدير الكلام وما محمد الا رسول قد خلت اى مضت من قبله الرسل فهل يجوزلكم الا رتداد بعد ما اقام لكم الدين المتين واظهر بينكم الشرع المبين ان نقل بالرفع كما رفع عيسىٰ (هذا بالاجماع) او ادريس او بالموت كما حكمنا به فى سابق علمنا او بالقتل كما صاح به الشيطان واستقرفى قلوبكم والتصريح بالثانى موافقة للواقع ومطابقة

لتقدير الله تعالى وذكر الثالث وان لم يطابق الواقع والتقدير مراعاة لزعمهم وتوسيعا لنفى جواز الا رتداد على كلا الشقين وان كان هذا الثالث مزعوما محضاً وجهلا مركبا الا انه لما كان قوى الاحتمال وكثروقوعة بين الانبياء السابقين كما دل عليه قوله عزوجل يقتلو ن النبيين بغير الحق فكان ذكره ضروريا وعدم التصريح بالاول وان كان مقدراً مراداً لانتفاء مايوجب ذكره من الموجبات المذكورة لظهور عدم توافقه القضاء والواقع ولعدم استقراره فى قلوبهم وشذوذ تقدمه فظهر ان المتفرع فى الحقيقة هو نفى جوا ز الإرتداد على تقدير احد الشقوق الثلثة المصدرة وذلک الامرالدائر بين الثلاثة مساو للخلو بمعنى المضى فلايلزم تفريع الاخص على الا عم على تقدير كون المعنى الحقيقى مراداً من لفظ الخلو بل يلزم تفريع احد المساويين على الأخر وذا جائز كما يقال رايت زيداً انه جسم نام حساس متحرک بالارادة مدرک للكلى والجزئى فيفرع على هذا المفصل انه انسان ولا ارتياب فى تساوى هذا المجمل وذلک المفصل وفى صحة تفريع احدهما على الأخر والامران اللذان حكمنا بمسا واتهما وكون احدهما متفرعاً والأخر متفرعا عليه هو ثبوت خلو كل رسول ونفى جواز الا رتداد على تقدير تحقق واحد من الشقوق فان النسب انما تقتضى المفهومين مطلقا اعم من ان يكونا وجوديين اوسلبين اويكون احداهما وجود يا والا خر سلبيا ولايلزم توافقهما فى الثبوت اوالعدم والدليل على لزوم ذلک النفى للخلو ان المقصود من البعثة وارسال الرسل التشريع مطلقا وتعيين الطريقة

الموصلة الى الله تعالىٰ لا التشريع الى زمان وجود الرسول بين اظهر قومه ولم يخل زمان من الرسل وذا باطل باتفاق من اهل الملل فوضح بطلان زعم لزوم استحالة تفريع الا خص على الاعم على فرض ارادة المضى من الخلو واما استدلال الصديق الا كبر على موت سيدنا محمد ﷺ بهٰذه الأية فليس موضع استشهاده رضي الله عنه فى هٰذه الأية كلمة خلت بل قوله تعالىٰ افائن مات لما انكر الفاروق العادل رضي الله عنه موته ﷺ وقال ما مات رسول ﷺ ولا يموت وكان ذٰلک جزما منه بامتناع موته ﷺ فردالصديق رضي الله عنه ذٰلک الا متناع بقوله تعالىٰ افائن مات فان مدخول ان بحسب اصل الوضع لا يكون الا من الامور التى يجوز تقررها ويمكن وجودها لا من الامور التى تابى عن التكون والتقرر وهٰذه واضح على من طالع بحث معانى الحروف فاذا ثبت جواز تقرر الموت عليه ﷺ ارتفع الا متناع الذى هو نقيضه ويدل على كون موضع استشهاد سيدنا الصديق رضي الله عنه قوله تعالىٰ افائن مات لا كلمة خلت قراءته رضي الله عنه حين الاستدلال قول الله عزوجل انک ميت وانهم ميتون۔ وتقرير ازاحة استدلالهم بمنع المقدمة القائلة ان كل جمع عرف باللام فهو مستغرق للافراد كلها بان يقال ان هٰذه المقدمة ممنوعة كيف لا وقد صرح المحققون بذٰلک فى اسفارهم الا ترى الى قوله عزوجل واذ قالت الملٰئكة يا مريم ان الله يبشرک الأية والى قوله تبارک و تعالىٰ واذ قالت الملائكة يا مريم ان الله اصطفک الأية فقد ذكرت صيغة الملائكة وهى جمع معرف باللام ولم يرد الاستغراق وقال تعالىٰ فسجد الملائكة كلهم اجمعون فلو كان كل جمع

محلى باللام مستغرقاً لكان ذكر كلهم مستدركا ولو اردنا ان نجمع الامثلة المثبتة لنقيض المقدمة الممنوعة لجمعنا دفاتر كبيرة ولكن العاقل الحازم يكفيه ماذكرنا من البيان والجاهل الهائم النائم لا يستيقظ بضرب السنان ومنع تلك المقدمة يودى الى منع الكبرى الكلية من مقدمتى القياس الفاسد الكاسد للقاديانى فلانتفاء شرط الانتاج لاينتج ذلك القياس قوله ان المسيح مات واما قولنا ان استحالة عدم صحة التفريع على منع الا ستغراق غير وارد في الحقيقة لان المراد من قوله تعالى ومامحمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل ان محمداﷺ ليس الا بشرا رسولا و جنس الرسل قد خلا ومن المعلوم ان ماوقع وثبت لبعض افراد الجنس بالنظرالى ذاته وما هيته يمكن ان يثبت لسائر افراده فالثابت للبعض بالنظر الى ما هيته كما يستلزم امكان الثبوت لذلك البعض يستلزم امكانه لباقى الافراد فهذه المهملة اعنى قد خلت من قبله الرسل وانكانت بالنظر الى الفعل والا طلاق بمنزلة الجزئية غير صالحة لكبروية الشكل الا ول الاانها بما تستلزم من الممكنة الكلية صالحة لها فغاية ماينتجه القياس على هذا ان المسيح ميت بالامكان بان يقال المسيح رسول وجنس الرسل قد خلا بالفعل والا طلاق وقد عرفت انه يلزمه قولنا كل رسول خال وميت بالا مكان فهذا القول اللازم يجعل كبرى منضمة الى الصغرى فينتج النتيجة المذكورة فصح التفريع ولم يلزم الاستحالة العقلية ولا المحذور الشرعى من ثبوت موته عليه السلام فى الزمان الماضى لكونه مخالفاً لظاهر القران والاحاديث واجماع الامة وهذا مع منع كون

لفظ الرسل جمعاً مستغرقاً فاذا لم يثبت مطلوب الكيديين على تقدير منع احدى المقدمتين فقط فعدم ثبوت مطلوبهم على تقدير منعهما معاً اجلى واولى وهذه ظاهر لمن له ادنى دراية وما قلنا من اشتراک ورود عدم صحة التفريع ظاهرا على تقدير تسليم المقدمتين ايضاكما على منعهما فلان صيغة الرسل وان سلمت انها مستغرقة وسلم ان الخلو بمعنى الموت لا تستغرق نبينا محمداً ﷺ لان الكلام وقع فى خلو الرسل قبله عليه وعليهم السلام ومن الضروريات ان خلو هم قبله معناه انهم سابقون عليه فى وصف الخلو وهو لا حق بهم فى ذلک الوصف وهذا السبق واللحوق زمانيان اللذان لا يجتمع فيهما القبل البعد ولاالبعد القبل فحين كون الرسل واجدين لوصف الخلو كان نبينا ﷺ فاقدا له اذلو كان مثلهم فى ذلک الحين للزم فى قوله تعالىٰ قد خلت من قبله الرسل الاخبار بقبلية الشى على نفسه ومع فقدانه عليه السلام ذلک الوصف وتحلى سائر الرسل به. كان مستعداً له يمكن له ان يخلو كما خلوا فاذا ثبت كونه عليه السلام فاقداً لوصف الخلو حين خلت الرسل فلم يندرج فى تلک الرسل الخالية حين فقدان ذلک الوصف ويلزم على عدم اندراجه ﷺ بالنظر الىٰ ذلک الوصف فيهم عدم صحة التفريع بحسب الظاهر لانه اذالم يكن مندرجاً فى جملتهم فيكف يتعدى الحكم منهم اليه فان التعدى فرع الاندراج وعدم المتفرع عليه يوجب عدم المتفرع فلم يجدهم تخصيص الخلو بالموت ولا ادعاء الاستغراق كيف والتمسک بالحشيش لاينفع الغريق فما يجيبون به عما ورد عليهم نجيب بمثله مع فضلنا عليهم بما اجبنا

ولايمكن لهم التشبث بجو ابنا لد لالته على مايعم مدعا هم ونقيض منا هم فان امكان شئ كما يقارن ثبوته يقارن عدمه و ثبوت الا عم من المطلوب غير نافع للمعلل وان نفع المانع السائل واختفاء هٰذه القاعدة عليهم من كمال جهلهم ونهاية حمقهم مع كونهافى غاية الا نكشاف وغاية الظهور من لم يجعل اللّٰه له نوراً فماله من نور على انه لودل قوله تعالٰى وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل على موت ما عدانبينا ﷺ من الرسل جميعهم لدل قوله تعالٰى ما المسيح بن مريم الا رسول قد خلت من قبله الرسل على موت ما عدانبى اللّٰه عيسٰى عليه السلام من الرسل جميهم ويندرج فى ذلك العام المحكوم عليهم بالموت نبينا ﷺ وهٰذا محال فان نزوله لم يكن الا فى حياته وهٰذا المحال لم ينشا الا من تسليم استغراق الرسل فى الأية الا ولى فيكون محالاً لان ما يلزم منه المحال محال البتة فاذا لم يثبت اندراج المسيح عليه السلام تحت الاكبرالموقوف على تسليم الا ستغراق المستلزم للمحذور والمحال الشرعى لم تصدق النتيجة فى استدلالهم العاطل اللاطائل والأية الثانية تدل دلالة صريحة على حيٰوة المسيح بن مريم حين نزولها اذلو كان من المتيين فى ذلک الحين لقال تعالٰى ماالمسيح بن مريم الا رسول قد خلا مع الرسل اوقال تعالٰى قدخلا وقدخلت الرسل اوقال عزوجل قد خلا كماخلت الرسل اوا كتفىٰ بقوله قدخلت الرسل ولم يقل وقد خلت من قبله الرسل وهٰذا بناء على انحصار الجمع المعرف باللام فى الاحاطة والشمول كما زعم الكائد ومقلدوه المكيدون فالتقييد بقوله من قبله صريح فيما قلنا ودلالة هذه الأية على

حیٰوۃ المسیح لا تتوقف علی استغراق الرسل لیلزم ذلک المحذور من ثبوت الموت للنبی ﷺ حین نزول تلک الأیة بل یکفی فیھا کون الرسل جنساً فیقال فی توجیھھا ان جنس الرسل وانکان تحققه فی الموارد الخاصة قد خلا من قبل المسیح والمسیح وان لم یخل الی الأن فسیخلو کما خلت الرسل جنسھم فیکون مفادھا ان الموت له علی نبینا و علیه السلام لم یوجد الی الأن ولکنه سیموت کما ان مفاد الأیة الا ولی نفی موت نبینا ﷺ فیما مضیٰ و ترقیبه له فیما یاتی ومتی دلت ھٰذه علیٰ حیٰوۃ المسیح علیه السلام فلو دلت تلک علی موته کما تخیل وتخیلواللزم الاختلاف بین ھٰذین القولین جل قائلھما والقول بوقوع الاختلاف فی القران حکم بوقوع ماحکم اللّٰه بامتنا عه وھٰذا کفر قال اللّٰه عزوجل ومن لم یحکم بما انزل اللّٰه فاولئک ھم الکٰفرون والدال علی امتناع الا ختلاف فی القران قوله تعالیٰ ولو کان من عند غیر اللّٰه لوجدوا فیه اختلافاً کثیراً فبطلت ارادۃ استغراق الرسل وعمومه والدلیل علی ان الحیٰوۃ والموت مختلفان ان الموت ان فسر بعدم الحس والحرکة عما من شانه کلا ھما فیقابل الحیٰوۃ بتقابل العدم والملکة وان بانحیاز الروح عن البدن وھو الحق الثابت بالنصوص الشرعیه والفصوص العقلیة فبینھما تضاد وکل منھما اختلاف فاستقر علی عرش التحقیق ماقلنا من حیٰوۃ المسیح علیه السلام فی الازمنة الماضیة وموته فیما یاتی وھٰذا ماذھب الیه الا سلامیون باجمعھم بخلاف النصاری القائلین بوقوع موته ثم احیائه ورفعه بجسده وبخلاف من ھم اسوء حالاً واشرمٰالاً وھم الکائد القادیانی والمکیدون القائلون

بوقوع موته وبعدم رفعه الجسدى ثم استدل الكائد القاديانى على مطلوبه
بقوله تعالٰى وماجعلنا هم جسداً لا ياكلون الطعام وما كانوا خالدين
وتهذيب استدلاله انه لو كان المسيح عليه السلام حياً فى السماء لزم كونه
جسداً لاياكل الطعام وكونه خالداً وقد نفى الله تعالٰى ذلک فان مفاد
الأية سلب كلى اى لا شئ من الرسل بجسد لاياكل ولا احد منهم بخالد
ومن المقرران تحقق الحكم الشخصى مناقض للسلب الكلى والدليل
على كون المفاد سلبا كليا قوله تبارک وتعالٰى وما جعلنا لبشر من قبلک
الخلد افائن مت فهم الخٰلدون فانه صريح فى السلب الكلى فاذا ثبت
الرفع والسلب كليا بالنص ارتفع الحكم الشخصى المستلزم للايجاب
الجزئى المناقض لذٰلک السلب المدلول بالنص فان احدالمتنا قضين
لايجامع النقيض الأخر كما لايرتفع معه وهٰذ بديهى اقول بتوقيف الله
وحسن توفيقه ان فى قوله تعالٰى وما جعلنا هم جسداً الخ انما ورد النفى
على الجعل المولف المتخلل بين المفعولين ومفعوله الثانى المجعول اليه
هو قوله جسداً لا ياكلون الخ فمدخول النفى هو الجعل المقيد بهٰذه القيود
وظاهر ان المقيد ولو بالف قيد لا يتصور تحققه الا بتحقق كل من تلک
القيود والقيود التى هٰهنا هى تاليف الجعل وكون المجعول اليه جسدًا مع
تقييده بعدم اكل الطعام فلابد لتحقق هٰذا المقيدمن تحقق تلک القيود
الثلثة بخلاف الانتفاء فانه متصور بانتفاء جزء اى جزء كان ولايتوقف على
انتفاء جميع الاجزاء فينتفى ذٰلک المد خول للنفى بوقوع غير الجعل
موقعه وبانتفاء تاليفه بان يتعلق الجعل المفرد باحد المفعولين اما بالاول

فقط واما بالثانی فحسب و برفع خصوص المجعول الیه و وضع امراخر فی محله وبانتفاء قید عدم الاکل ولو سلم تحقق کل قید ماعد مافرض انتفائه وبانتفاء مجموع القیود بمعنی انتفاء کل قید وبانتفاء المقید اعنی ذاتا مامع تسلیم القیود باسرها فهٰذه المواد والمواقع لیست الابالامکان لا بالفعل والا طلاق الارفع القید الاخیر فانه واقع بالفعل ومراد بقوله تعالٰی وما جعلنا هم جسدًا وتحقق ماعدا ذٰلک القید مسلم بل مثبت بالبراهین النقلیة والعقلیة القطعیتین وعدم الاکل الذی هو امر عدمی متصور بوجهین بعدم اکل شئ ما اعم من ان یکون طعاماً او غیره وبعدم اکل الطعام خاصة وان وجد معه اکل غیر الطعام وعدم ذٰلک الانتفاء الذی اضیف الی الامرالعدمی انما یتحقق بتحقق نقیض ما اضیف الیه الانتفاء فیستلزم انتفاء ذٰلک العدم الذی هو فی قوة السالبة ثبوت الاکل الذی هو فی قوة الموجبة المحصلة اذعموم الا ولی من الثانیة انما هو بامکان تحققها بعدم الموضوع وعدم امکان تحققها حین عدمه لضرورة استدعا ئها وجود الموضوع ومن البد یهیات ان الموضوع فیما نحن فیه موجود وقد تقرر فی مدارک العقلاء التلازم بین السالبة السالبة وبین الموجبة المحصلة عندوجود الموضوع فلزم من قوله تعالٰی وَ ماَ جَعَلْنَاهُم جسَداً لاَیاَکُلُوْنَ الطَّعَام الذی هو بمنزلة السالبة السالبة تحقق قضیة موجبة محصلة اعنی کل رسول یاکل الطعام فیقال لمن یدعی به علی اثبات موت المسیح بن مریم ان نسبة الاکل الی کل رسول فی هذه القضیة هل هی بالضرورة بحسب الذات او بحسب الوصف اوفی وقت

ما او فی وقت معین او بحسب الدوام ذاتا او وصفا او بالاطلاق اوبالامکان
مع قیدا للادوام فی ماعدا الاول والخامس او مع قید اللاضرورة فی ماعدا
الاول فقط علی رای اوفی ماعدا الخامس ایضاً کما علی رای اٰخروان لم
یکن بعض التراکیب منها متعارفاً اولا یعتبر قید اللاضرورة ولا قید
اللادوام الاول والخامس بدیهی البطلان لوجود نقیض کل منها وهو
امکان عدم الاکل للاول واطلاقه للخامس وکذا الثانی والسادس لعدم
مدخلیة وصف الرسالة فی ضرورة الاکل او دوامه کما لامدخل
فیهماملعنون ذلک الوصف وکذالا تکون ضروریة بحسب الوقت مطلقاً
لا بحسب وقت ماولا بحسب وقت معین لان غایة الامر ان یکون الاکل
ضروریاً بشرط الجوع والجوع لما لم یکن واجباً فی وقت مالم یکون
المشروط به ضروریاً فی وقت ما کما صرح به فی کتب المنطق من ان
الکتابة لیست بضروریة فی حین من الاحیان فما ظنک بالمشروط بها
والضرورة بشرط الشئ غیر الضرورة فی وقت ذلک الشئ والاول
لایستلزم الثانی کما فی تحرک الاصابع بشرط الکتابة فان التحرک
بشرطها ضروری ولیس فی وقتها بضروری فکذلک ضرورة الاکل
بشرط الجوع امروضرورته فی وقت الجوع امر اخر لاتلازم بینهما فضلاً
عن الاتحاد فاذا لم یکن الاکل ضروریاً فی وقت مالم تکن القضیة وقتیة
مطلقة ولامنتشرة مطلقة فلم یکن وقتیة ولامنتشرة لاستیجاب انتفاء
الاعم انتفاء الاخص وکون الاکل ضروریاً بشرط الجوع لایقتضی ان
تکون القضیة مشروطة ایضاً اذالمشروطة ما یوجد فیه الضرورة بشرط

الوصف العنوانی لا بشرط ای وصف کان ومن الظاهران الوصف العنوانی فی القضية انما هو وصف الرسالة دون وصف الجوع فلم یبق الا ان یکون بالاطلاق اوالامکان مع قیدا للادوام اوااللاضرورة اوبد ونه والاول من کل منهما متعین بدلیل قوله تعالیٰ وما ارسلنا قبلک من المرسلین الانهم لیاکلون الطعام ویمشون فی الاسواق فیکون وجودیة احد جزئیها ثابت بهٰذه الأیة وثانیهما بما مر من البیان وهی وانکانت مستلزمة لما عداها لکنها لکونها اخص احق بالاعتبار وینحل الی قولنا کل رسول یا کل الطعام بالفعل ولا شی من الرسول یاکل الطعام بالفعل وهذه القضية لاتناقص ماذهب الیه الاسلامیون لا نه یصدق قولنا المسیح بن مریم اکل للطعام بالفعل ولیس باکل بالفعل وماقررنا قبل من ان الجوع لیس بضروری لان الجوع خلو الباطن واقتضاء الطبیعة بدل مایتحلل منه وذلک فرع التحلل ولاارتیاب فی تنوع مراتب التحلل باختلاف الاسباب الداخلیة والخارجیة ولاتحدید لمراتبه فالتحلل الذی فی مرتبة ناقصة غیر التخلل الذی فوقه یجوز سلب کل منهما عن الأخر وکذلک یقال فی جمیع مراتبه ان کل مرتبة عینا ها فهی مسلوبة عما تحتها وعما فوقها من المراتب وهما مسلوبان عنها فهٰذا حکم اجمالی علی کل مرتبة بامکان سلبها عن جمیع المراتب الأخر کامکان سلب المراتب الاخر عن تلک المرتبة وهٰذا فرع امکان السلب فی نفس الامر اذسلب مرتبة معینة فی مرتبة اخری سلب مقید والسلب فی نفس الامراعم من ان یکون ذلک السلب مقیداً بکونه فی مرتبة اخری اولا سلب مطلق ولاریب فی

ان امکان المقید فرع امکان المطلق ومتاخر عنه واذاکان الامر کذلک امکن سلب التحلل راساً فامکن انتفاء الجوع اصلامع بقاء الشخص بل حکم اللّٰہ تعالٰی بتحقق انتفاء الجوع فی القران ولم یکتف بمحض امکانه وقال وعزمن قائل مخاطباً لادم ان لک الاتجوع فیها ولا تعری وانک لاتظمئوفیها ولا تضحٰی ولیس ذلک الالعدم التحلل کما ان عدم الضحی لعدم الشمس وحمله علی عدم دوام الجوع او علی عدم اشتداده غیر صحیح والاصح حمل جمیع الافعال المدخولة بحرف النفی علٰی نفی دوامها اوعدم اشتدادها وامثال هٰذالا تصح ولا تستقیم الا لوجود ضرورة داعیة وای ضرورة احوجنا الی صرف اللفظ عن الظاهر وحمله علی غیر الظاهر بحیث لا ینتقل الیه الذهن اصلا والتمسک علی وجود تلک الضرورة بقوله وقلنا یاٰدم اسکن انت وزوجک الجنة وکلامنها رغداحیث شئتما ولا تقربا هٰذه الشجرة فتکونا من الظّٰلمین غیر مستقیم فان اطلاق الاکل واباحته لهما لا یقتضی الجوع اذ کما ان الفواکه فی الدنیا لا توکل الا لحصول اللذة لا لدفع الجوع کذا طعام الجنة ولاافتقار الیه لحصول بدل التحلل ودفع الجوع بل لا جوع ولا تحلل وانما یکون اکله لحصول اللذة فقط فان لم تقنع بما قلنا فطالع التیسیر والوجیز وکیف لا مع انه قد تاکد و تاید بما صح ان فی الجنة باباً یقال له الریان من دخل شرب ومن شرب لا یظما ابداً ولا فرق بین الجوع والظمأ فکماالامتناع فی عدم التعطش لا امتناع فی عدم الجوع ولا یرد علی ماقلنا من انه اذاامکن سلب التحلل امکن انتفاء الجوع انه احتجاج

بلادليل اذانتفاء العلة لايستلزم انتفاء المعلول بدليل ماتقررعندالاصوليين
من جواز تعدد العلل على معلول واحد فلايلزم انتفاء المعلول بانتفاء
واحد منها لجوارتحققه بتحقق علة اخرى منها كعدم صحة الاحتجاج
على الحكم بان زيدا لم يمت بانتفاء واحد من علل الموت كما يقال لانه
لم يسقط من اعلى الجبل فهذا الاستدلال غير صحيح اذالموت كما
يتحقق بالسقوط من اعلى الجبل كذلک به من اعلى سطح البيت ومن
فوق الشجرة الطويلة وبضرب من السيف والحجر وامثاله وبنحوامراض
يستصعب احصائها فبانتفاء واحد منها كيف يجزم بانتفاء الموت اصلا
لامكان تحققه بتحقق واحد اخر من تلك الانواع و عدم وروده لان
التحقيق ان المعلول اذاانحصر فى العلة وتكون العلة لا زمة له وهى
مفسرة فى كتب القوم بما لو لاه لامتنع الحكم المعلول فانتفائها يستلزم
انتفاء المعلول اذلا يتصور تعدد العلل بهذا المعنى حتى يمكن عند انتفاء
احدهما ثبوته باخرى منها فاذا لم يجز تعدد العلة وانحصر المعلول
الواحد فى العلة الواحدة اللازمة له فلو تحقق المعلول مع ارتفاع العلة
بهذا المعنى لزم تحقق الملزوم بدون اللازم فالاستدلال على عدم
المعلول بانتفاء العلة بهذا المعنى استدلال بانتفاء اللازم على انتفاء
الملزوم ولا ريب فى صحته والتحلل بالنسبة الى الجوع كذلک لانه
المتوقف عليه الجوع بمعنى لولاه لامتنع لابمعنى الامرالمصحح لدخول
الفاء فيصح الاستدلال على امكان انتفاء الجوع بامكان انتفاء التحلل نعم
الجوع علة للاكل بالمعنى الاخير ولذالايلزم من انتفاء الجوع انتفاء

الاكل لجواز تحققه بدونه بعلة غير الجوع كا ستحصال اللذة وقصد علاج ونحوه وهذا واضح على من له ادنى تامل واستدل ايضاً ببعض هذه الأية وهو قوله تعالىٰ وما كانواخلدين وبقوله تعالىٰ وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد افائن مت فهم الخٰلدون وتحرير استدلاله هذا انه لو كان المسيح عليه السلام حياً لزم ان يكون خالداً وقد نفى الله الخلودعن كل افراد البشر فى هاتين الأيتين وجوابه ان الخلود المنفى فى كلتا الأيتين هو الخلو د بمعنى دوام الحيٰوة فى الدنيا لا بمعنى طول العمر بل لاحقيقه للخلود الا دوام الحيٰوة كمالايخفى على من هم ما هرفى معانى اللغة ومفاهيم نظم القران قال تعالىٰ فى حق اهل الجنة اولٰئك اصحاب الجنة هم فيها خٰلدون وفى حق الكفار اولٰئک اصحٰب النار هم فيها خٰلدون وعلىٰ هذا فمعنى الأيتين نفى دوام الحيٰوة فى الدنيا لفرد من افراد البشر وهو نقيض الدائمة المطلقة الموجبة الجزئية اعني قولنا بعض البشر حى دائما وهذه قضية كا ذبة قطعا ويلازم ذلک النقيض الصريح قولنا لاشئ من البشر بحى بالفعل وهى قضية صادقة لصدق ملزومها الثابت بقول الله عزوجل المذكور لاستلزام تحقق الملزوم تحقق اللازم فهٰذه المطلقةالعامة السالبةلاتستوجب موت المسيح فى الزمان الماضى خاصة اذ لااختصاص للاطلاق العام بزمان دون زمان بل تقتضى موته فى الجملة والمسلمون باجمعهم قائلون بوقوع موته فى مبادى الساعة فمالزم وثبت بالأيتين غيرمناقض ولا مناف لاعتقاد كون المسيح حياً الأن وماينافى لذلک الاعتقاد الصحيح الحق الصريح من دوام الحيٰوة فى الدنيا وعدم الموت

عدماً مؤبداً غیر ثابت بالأیتین فالثابت غیرمحال والمحال غیرثابت وحمل الخلود فی الأیتین علیٰ معنی طول العمر مجازاً لا یصح اذ حمل اللفظ علی المعنی المجازی بغیر قرینة صارفة عن معناه الموضوع له غیر جائز اذ لیس للعمرحد معین حتیٰ یصح حمله علیه والقول بان العمرالطبعی مائة وعشرون قول مشهوری لایوجد علیه دلیل لانقلی ولاعقلی والمشاهدة شاهدة عادلة والنقول متعاضدة بوجود الذین تجاوزوا من مائة وعشرین فی السلف والخلف ولولا خوف الاطالة لادریت بعد مااستقریت الاثری انه قد صرح محققواالا طباء بعدم وجود الدلیل علی هذا القول المشهور وکذا لم یوجد دلیل شرعی علیه بل ورد الدلیل علی خلافه قال تعالیٰ فی حق نوح فلبث فیهم الف سنة الاخمسین عاماً فحمله علی ماحمله الکائد یفضی الی التناقض بین الأیتین وبین قوله تعالیٰ المارأنفاً فی حق نوح علیه السلام فهل هذا الاسفاهة وجهالة اوزندقة وضلالة اعاذنا اللّٰه تعالیٰ من سفاهة السفهاء وجها لة الجهلاء وادخلنا فی زمرة العلماء العاملین وجعلنا من الائمة المتقین الهادین المهدین بجاه خیر النبیین وآلہٖ وصحبه اجمعین واستدل ایضاً بقوله تعالیٰ ومنکم من یتوفی ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکیلا یعلم بعد علم شیئًا وتهذیبه ان هذا التقسیم حاصر لجمیع افراد البشر کحصر الزوج والفرد لجمیع افراد العددبحیث لایجتمع وصفا التوفی والردالی ارذل العمر فی فرد من البشر ولا یخلو فرد من کلیهما کما لایجتمع الزوج والفرد فی عدد ولایخلو العدد من کلیهما فالقضیة منفصلة حقیقیة فاذالم یمت المسیح

ولم يعرضه ارذل العمر لزم ارتفاع كلا جزئى الحقيقة وذا غير ممكن فهٰذا المحال انما لزم من فرض عدم موته فيكون باطلاً فيثبت نقيضه وهو موت المسيح فذٰلك هو المطلوب والجواب انه يمكن التقسيم بين ظاهر مفهومى من يتوفى ومن يرد لا ن من يرد بحسب مفهومه يندرج فى من يتوفى لانه اخص منه فان من يرد الى ارذل العمر لامحالة يدركه التوفى والتوفى متحقق بدون الرد ايضاً كما هو معه فالمتوفى اعم ممن يرد وتقسيم الشئ الى نفسه والى ماهواخص منه غيرصحيح بل غير متصور لانه عبارة عن جعل الشئ الواحد بالوحدة المبهمة متعدداً بضم قيود متعددة مختلفة فان كانت القسمة اعتبارية كتقسيم كل ماهية الى حصصها وافراد ها الاعتبار ية يكون التقييد بها داخلاً فى عنواناتها دون الحقائق والمعنونات والقيود غير داخلة اصلاً لا فى هٰذه ولا فى تلك وان كانت حقيقية فامابالمقومات المحصلة والفصول الممنوعة فيكون القيود داخلة فى المعنونات وان بالعوارض المخصصة فالقيود داخلة فى العنوانات دون المعنونات وظاهر ان الانسان لوكان منقسماً الى المتوفى والى من يرد لكان انقسامه بهٰذين الوصفين انقسام الشئ بالعوارض المخصصة المميزة لبداهة خروج وصفى التوفى والردعن الانسان والتميز لقسم انمايحصل بوصف يختص بذلك القسم ولايوجد فى قسميه والتوفى ليس كذٰلك لتحققه فيما زعمه المستدل قسيماً للمتوفى ايضا فاذا انتفى الاختصاص والتمييز انتفى التقسيم وان تاملت حق التامل تيقنت بالتقسيم بين من يتوفى من غيران تعرضه حالة الرد وبين

من يتوفى مع عروضها ويد ور حينئذالمتوفى مطلقاالمتلازم للانسان بين قسميه كما يدورالحيوان المنقسم الى قسميه من الناطق وغيرالناطق فمحل التقسيم وموردالقسمة هو المتوفى مطلقا والقسمان اللذان ينقسم اليهما همالمتوفى المعروض للرد والمتوفى الذى ليس كذلك فهذا التقسيم صحيح وحاصروبحصر المتوفى المطلق اللازم ينحصر الانسان الملزوم ولايلزم التنافى بين القول بعد م مضى موت المسيح عليه السلام وبين ذلك الحصر لكفاية القول بوقوع موته فى الأتى لصحة ذلك الحصر وهو عليه السلام داخل فى الشق الاول من الحصر وليس من لوازم دخوله فيه مضى موته البتة فان الشق الاول مذكور بصيغة المضارع دون صيغة الماضى ولعل المستدل الكائد اشتبه عليه لفظ يتوفى المضارع المجهول بصيغة توفى الماضى المجهول فتفوه بما تفوه ولم يات بشئ معقول نعم انما يلزم ابطال الحصر لوقيل بتا بيد حيوته وخلوده فى الدنيا فحينئذٍ لارتفع كلا الشقين ولو جد قسم اخر من الانسان لم يوجد فيه التوفى مطلقاً فكان محلاً لان يورد عليه بانه اما ان يوجد فى ذلك القسم الخارج من القسمين الذى فرض مؤبداً ومخلداً مطلق التوفى وهذا مع كونه بديهى الاستحالة لتنافى ابدية الحيوة والتوفى يقتضى ابطال الحصرلوجود المقسم بدون ماانقسم اليه من القسمين واما ان لا يوجد فيه بسبب انتفاء جميع موارده وارتفاع ماانحصر فيه وهذايفضى الى القول بعدم لزوم التوفى للانسان وذلك باطل بدليل قوله تعالى كل نفس ذائقة الموت واما الى القول بجواز حصر اللازم فى شئ بدون حصر

الملزوم فی ذلک الشیٔ وهو ایضاً باطل للزوم انفکاک اللازم عن الملزوم وهٰذه المحالات انما هی لا زمة علی القول بتابید حیوته علیه السلام فیکون باطلاً ولاتلزم للقول بطول حیاته مع وقوع موته فی المستقبل وبینهما بون بعید وعد ذلک الکائد هٰذه الاستدلات من الاستدلال بالعمومات ثم استدل علیٰ زعمه بالخصوصات منها حدیث المعراج الدال علی ملاقات نبینا صلی الله علیه وسلم مع ابنی الخالة یحییٰ وعیسٰی علیهما السلام فی السماء الثانیة وتنقیحه انه لم لم لکن میتا لمااجتمع عیسٰی مع الاموات من النبیین فی مقارارواحهم اقول ان هٰذاالاستدلال مما یضحک علیه البله والصبیان فانه لوکان الاجتماع معهم یستلزم موت من یجتمع معهم لزم کون نبیناصلی الله علیه وسلم میتا حین اجتماعه معهم وهل هٰذا الاخبط او جنون ولوادعی طول اجتماعهماوکون الاجتماع الکذائی داعیاً للاتحاد بینهما فی وصف الموت وان هٰذاالنوع من الاجتماع لم یوجد لنبیناصلی الله علیه وسلم مع ارواح النبیین فلایلزم کو نه مثلهم بخلاف عیسٰی ویحییٰ علیهماالسلام فانهمامعاً مستقران فی تلک السماء فیلزم ان تکون حال احدهماکحال الأخریقال منعنا المقد متین من کون السماء الثانیة مقرالکلیها ومن کون هٰذاالنوع من الاجتماع علة لا تحاد حالتی المجتمعین وسند المنع الاول انه لا یلزم من ملاقات رسول الله صلی الله علیه وسلم مع نبی الله یحییٰ کون یحییٰ علیه السلام مستقرامقیمافی تلک السمآء بل یجوز ان تکون ملاقاتهما کملاقاته مع جمیع الانبیاء فی الاقصٰی بان یکون مقرهم العلیین وامروا بالذهاب الی المسجد الاقصٰی اوالی السمٰوٰت المختلفة من مقرهم الاصلی باجسادهم

بعينها او بارواحهم بالتمثل بامثال اجسادهم وكل ذلک ممکن او يكون مقرهم القبور كما رئى موسىٰ عليه السلام يصلى فى قبره فامروا بالذهاب الى الاقصىٰ اوالى السمٰوٰت كذلک فان قيل ان هذا القول قول بعروجه ﷺ بالعروج المثالى قلت كلا فان عروجه عليه السلام عروج عينى واقعى بجسده الطاهر الاشرف ولايلزم من رويته المثل رويته بالمثال فان رويته الاشياء فى ليلة المعراج تنوعت فقد راى بعض الاشياء انفسها وبعضها بامثالها كما يظهر لمن طالع ماورد فى بيان معاملة الاسراء ذهاباً واياباً وفرق بين كون المثال مرئيا وبين كونه رائيا فلم يلزم المحذور وبهذاوضح انه لايلزم من اجتماع المسيح ويحيىٰ فى السماء كون كليهما مقيمين فيها فضلا عن كو نهما مشاركين فى وصف الموت كما زعمه وسند المنع الثانى ظاهر فان اتحاد المكان ولو على سبيل القرار لايستلزم اتحاد المتمكنين فى الاوصاف كلها فتامل يظهرلک حقيقة ماقلنا ومن دلائله الخاصة على حسب زعمه قوله تعالىٰ انى متوفيک وقوله عزوجل فلما توفيتنى وما هذافى الحقيقة الا تمويه للباطل وايهام جهلة الناس وايقاعهم فى الضلالة والحيرة وازاحته ان هذين القولين الكريمين لايدلان على مزعومه اذالتوفى عبارة عن اخذالشئ وافياء وما دته الوفاء ومن الاصول المقررة والقواعد المسلمة ان اصل الماخذ بمفهومه معتبر فى جميع تصاريفه وان اختلفت الصيغ والابواب واعتباره فيها اعتبار الجزء فى الكل الاترى الى لفظ العلم فان معناه حصول صورة الشئ عندالعقل والاضافة بين العالم والمعلوم او تسبة ذات اضافة كذائية اوالصورة

الحاصلة او الحالة الا دراكية او تحصل صورة الشئ على حسب تنوع
ارائهم وهذا المعنى يكون داخلاً فى معانى جميع ما اخذ من لفظ العلم
سواء كان ذلك الماخوذ من تصريفات المجرد ا والمزيد فان علم مثلاً
بصيغة الماضى المعلوم معناه انه حصل للفاعل صورة الشئ المعلوم فى
الزمان الماضى وهذا على الاصطلاح الاول او حصلت له الاضافة بينه
وبين ماعلمه وهذا على التفسير الثانى وقس على ما مثلنا ک به باقى
الاصطلاحات فبا شتمال مفهوم علم الماضى على مفهوم المصدر ونسبة
الى الفاعل والزمان يكون مفهومه .كلاً ومفهوم المصدر جزءًا ففيه
التركيب من ثلثة اجزاء وكون النسبة الى الفاعل والزمان جزئين عام فى
جميع ماشتق من المصدر المجرد اواشتق من الماخوذ من ذلک
المجرد من الافعال ولا يلزم ان يكون كل ماشتق من ذلک المجرد او
ماخذ منه او اشتق من الماخوذ منه سواء كان فعلا اوغيره كذلک فان من
مشتقات الغلم العالم والنسبة الى الزمان لاتوجد فيه ومن الماخوذ منه
الاعلام وكلتا النسبتين لاتوجدان فيه لانسبةالفاعل ولانسبة الزمان بل فيه
مفهوم الاصل المجرد وما اقتضاه خصوص هذا الباب الذى بذاک تعدى
الان الى مالم يتعد اليه فى صورته الا صلية لمادته ففيهما التركيب من
جزئين ومن المشتقات من الماخوذ منه اعلم بصيغة الماضى ايضاً مثلاً
ففيه التركيب من اربعة اجزاء اثنان منهما الجزءان اللذان تضمنهما
الاعلام من مفهوم المصدر المجرد ومن خصوص مقتضى الباب
والأخران هما النسبتان المذكور تان ففى التوفى لكونه ماخوذًا من الوفاء

احتواء على معنى الوفاء باعتبار كونه ماخذا له وعلى الاخذ باعتبار خصوص الباب وفى ماشتق من التوفى من الصيغ الدالة على الزمان كتوفيت مثلاً احتواء على اربعة اجزاء ومن الصيغ الغير الدالة على الزمان كصيغة المتوفى الظواء على ثلثة اجزاء لعدم اشتمالها على الزمان فاحاطة كل صيغة من هذه الصيغ المشتقة على مفهوم اصل الماخذ سواء كان تركيب معنا ها من تلك الاجزاء تركيباً حقيقيا كما هو المشهور او تركيباً تحليليا كما هوالحق الحقيق بالتامل الدقيق احاطة الكل على الجزء وانكانت هذه الاحاطة على الاحتمال الثانى الراجح يؤل الى الاحاطة بمعنى صحة انتزاع الجزء التحليلى من الكل كذلك فاذن المعنى الذى يراد من التوفى اومما اشتق منه فهو على تقدير كونه مجردا عن معنى الوفاء لايكون معنى حقيقتاللفظ التوفى او المشتق منه لان التجريد عن بعض اجزاء الموضوع له تجريد عن كله والا يلزم تحقق الكل مع انتفاء الجزء او تحقق ما هو فى حكم الكل مع انتفاء ما هو فى حكم جزئه وذاباطل بالبداهة فاذالم يكن ذلك المعنى المراد معنى حقيقيا لذلك اللفظ لا بدان يكون معنى مجازياً اذ اللفظ المستعمل فى المعنى لا يخلو عن الحقيقة و المجاز ولا يختص ذلك الحكم بارتفاع مفهوم الماخذ فحسب بل يحكم بالمجاز ية فى كل صيغة بانتفاء كل جزء اى جزء كان من الاجزاء المغتبرة فى تلك الصيغة سواء كان دخول ذلك الجزء فيها بالوضع الشخصى او بالوضع النوعى يمثل الاول باللبنات فى الجدران والثانى بدخول جزء المشتق فى المشتق فان وضع

المشتقات وضع نوعی كما يقال كل لفظ على وزن مفعول فهو يدل على من وقع عليه الفعل فاذاً لم يكن بدلكون المعنى معنى حقيقياً حال كونه مركبا من تحقق كل جزء من اجزائه ويكفى فى ارتفاعه وتحقق المعنى المجازى انتفاء واحد من تلك الاجزاء لانه كما ينتفى الكل بانتفاء جميع الاجزاء ينتفى بواحد منها وذلک ظاهروهذاالتحقيق يدل دلالة واضحة بينة على ان المتوفى هو الأخذ بالوفاء والتمام وذلک معناه الحقيقى لتحقق جميع مالا بدمنه للمعنى الحقيقى بهذا اللفظ من مدلول الوفاء والاخذ ونسبة الى الفاعل ففى قوله تعالٰى خطابالعيسى بن مريم عليه السلام يٰعيسٰى انى متوفيک ورافعک يكون معنا ه على الحقيقة ان ياعيسٰى انى ا خذک بالكلية وبالتمام وكذاالمراد فى قوله تعالٰى حكاية عنه فلما توفيتنى كنت انت الرقيب عليهم هو الاخذ بالتمام وذا لايوجد الافى الرفع الجسدى لانحصارالاخذ بتما مه فى هذا الرفع دون الرفع الروحى لانه اخذه ببعضه دون كله فاطلاق التوفى مع كونه محمولاً على الحقيقة على الرفع الروحى غير جائز نعم لواريد بالتوفى اخذالشئ مجرداً عن معنى الوفاء والتمام بان يكون عدم الوفاء ماخوذافيه اوبان لايكون الوفاء معتبراً فيه سواء قارنه اولم يقارنه و اعتبار عدم الوفاء يغائر عدم اعتبار الوفاء فحينئذ يصح اطلاقه على الرفع الروحى لكن على الاول يكون اطلاقه عليه من قبيل اطلاق الكل على الجزء وعلى الثانى من قبيل عموم المجاز والفرق بين اعتبار عدم الشئ وبين عدم اعتبار ذلک الشئ انما هو بالخصوص والعموم وكل من هذين الا طلاقين اطلاق مجازى

لایصار الیه الابقرینة صارفة عن ارادة معناه الحقیقی الاصلی و القرینة غیر موجودة فلا بدمن ان یحمل علی الحقیقة دون المجاز ومن المعلوم ان مدار کون اللفظ حقیقةً ومجازاً انما هو الوضع مطلقاعم من ان یکون الوضع وضعاً شخصیاً اووضعاً نوعیاً فان استعمل اللفظ فی المعنی الموضوع له الشخصی او النوعی کان حقیقة والا کان مجازاً والمشتقات لترکبها من مادة وهیئة موضوعتین اولٰهما بالوضع الشخصی وثانیتهما بالوضع النوعی تکون دلالتها علی معنی اصل المبدء بمادتها بالوضع الشخصی وعلٰی مفهومها الترکیبی بوضعها النوعی ولکونها مرکبة بهٰذه الصفة لابد لکونها حقیقة من تحقق کلا الوضعین ولا یکفیها فی کونها حقیقة تحقق احدهما فقط بخلاف مجازیتها فانها تتصور بانحاء ثلثة بانتفاء الوضع الشخصی فقط کمجازیة الناطق فی معنی الدال بصرف لفظ النطق الموضوع بالوضع الشخصی عن معناه الحقیقی الٰی معنی الدلالة وبانتفاء الوضع النوعی فقط کاطلاق لفظ القائلة علی المقولة مع بقاء اصل المعنی المصدری وبا نتفاء کلیهما کمالو اطلق الناطق واریدبه المدلول فلفظ مُتَوَفِّیْکَ اولفظ تَوَفَّیْتَنِیْ ان حمل علٰی معنی الاخذ بالتمام الذی لا یکون الابرفع الروح والجسد یکون حقیقة لتحقق مدار الحقیقة من کلا الوضعین وان حمل علٰی معنی لم یندرج فیه معنی الاخذ بالتمام سواء جرد عنه بان یکون عدمه قیدا للاخذ اوبان یرسل الاخذ ولم یعتبر معه قید التمام وجد فیه التمام اولم یوجد یکون مجازاً لصرفه عن معناه الموضوع له بالوضع الشخصی ومن المقررات والمسلمات ان المصیر

الی المجاز بلا قرینة صارفة غیر جائز فتعین المصیر الی الحمل علی الحقیقة ودعویٰ تبادر التوفی فی معنی الا ماتة وجعل التبادر قرینة لکونه حقیقة فی اللاماتة غیر مسلم لانه لو ارید بتبادره فی هذا المعنی التبادر مع عدم القرینة فذلک اول النزاع ولم یوجد فی القران فی موضع من موارد هذا اللفظ استعماله فی هذا المعنی بغیر قرینة وان ارید یه التبادر مع القرینة فذاک مسلم ولکن علامة الحقیقة هی تبادره مع العراء عن القرینة لا مع انضمامها والایکون کل مجاز مستعمل حقیقة فلم یصح تقسیم اللفظ الی الحقیقة والمجاز لعدم امکان وجودالمجاز علیٰ هذاالتقدیر وانما ادعینا ان لفظ التوفی حیث وقع فی القران بمعنی الاماتة فانما وقع مع القرینه لابدونها فان حمل التوفی علی الموت فی قوله تعالیٰ ثم بتوفهن الموت بقرینة اسناده الی الموت وفی قوله عزوجل قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم وفی انّ الّذین تَوَفّٰهم الملٰئِکَةُ ظالمی انفسهم وفی تتوفهم الملائکة ظالمی انفسهم وفی تَتَوفّٰهم الملٰئِکة طَیبّین وفی توفته رسلنا وفی رسلنا یَتوفّونهم وفی یتوفی الذین کفروا الملئکة وفی قوله تعالیٰ فکیف اذاتوفتهم الملئکة یضربون وجوههم اسناده الی الملک الموکل فی الاول وفی الباقیة من اقواله الشریفة اسناده الی الملئکة القابضة للارواح قرینة صارفة وفی قوله تعالیٰ وتوفنا مع الابرار سوال المعیة بالابرار وفی قوله عزوجل توفنا مسلمین سوال حسن الخاتمة قرینة کذلک وفی فامانرینک بعض الذی نعد هم اونتو فینک فالینا یرجعون قرینة التقابل اذما یعتبر فی احدالمتقابلین یعتبر عدماً فی المتقابل الأخر

كم اعتبر الانتقال التدريجى فى الحركة وجوداً وعدمه فى ضدها اعنى السكون ولاريب ان الحيوٰة معتبرة فى نرينك اذالارائة بدون حيوٰة الرائى غير متصور فيعتبر عدمهافى مقابله وهونتوفينك وفى قوله تعالىٰ والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجاً يتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشراً قرينتان احدهما ويذرون ازواجاً والاخرى يتربصن وكذافى قوله تعالىٰ والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجاً وصية لازواجهم الاٰية قرينتان اولٰهما هى اولٰهمافى الاية السابقة وثانيتهما لزوم الوصية وكذاالتقابل فى ومنكم من يتوفى وقيد حين موتها فى قوله تعالىٰ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الانفس حين موتها والتى لم تمت فى منامها قرينة على المعنى المجازى وفى هذه الاٰية الاماتة والانامة كلتا هما مراد تان لا بطريق الجمع بين الحقيقة والمجاز لما تقررمن امتناعه فى الاصول ولا نه ليس شئ من الاماتة والا نامة معنى حقيقياً للفظ التوفى حتى يلزم ذلك من اجتماعه مع الاٰخر ولابطريق عموم المجاز كما فى قول القائل لا يضع قدمه فى دار فلان فانه يحنث سواء دخل من غير وضع القدم كما اذا دخل راكبا اومع الوضع كما اذادخل ماشيا حافيا وسواء دخل فى الدار المملوكة لفلان اوالدار المستعارة والمستاجرة لفلان ولا يخصص هذا القول بمعناه الحقيقى حتى ينحصرحنثه فى الدخول حافياً وفى الدخول فى الدار المملوكة لفلان ولا بالمعنى المجازى حتى ينحصر حنثه فى الدخول فى غير الدار المملوكة لفلان وفى الدخول غير حاف بل يعم بالدخول مطلقا فى دار فلان بان كانت مسكونة له سواء كانت تلك السكونة بالملك

اوبالعارية اوالاجارة وليس ذلک الاعلى سبيل ارادة معنى اعم يشتمل على المعنى الحقيقى والمجازى كليهما وهذاهو عموم المجاز وارادة كلتيهما لا بهٰذا الطريق لعدم اعتبارمعنى عام يشتمل على المعنى الحقيقى من الاخذ بالكلية والاخذ بالبعضية فاذن كو نهما مراد تين ليس الامن حيث ارادة الاخذ بالبعضية بان يراد بالتوفى سلب تعلق الروح بالبدن تعلقايوجب الادراک الاحساسى اوتعلقا يوجب الحيوة فانكان الاول مسلوبا بدون الثانى فهذاهوالانامة وانكان الثانى ومن لوازمه كونه متضمنا لسلب الاول فهٰذا هوالاماتة ودوران ذلک التعلق بين الاحساس وبين الحيٰوة ليس كدوران الشئ بين النقيضين بل كدو رانه بين امرين يكون احدهما اخص والأخراعم ولذا امتنع وجود التعلق الاول بدون الثانى ويقال وجوباً كل حساس حى بدون عكس كلى فلا تنافى فى اجتماع الاحساس والحيوة فى الحيوان بل فى ارتفاعهما عنه وتضمن رفع التعلق الثانى لرفع التعلق الاول لا يقتضى نفى سماع الاموات اذسما عهم الذى نحن مثبتوه هو بمعنى ادراک ارواحهم وذلک ثابت بالادلة القطعية لامجال لاحدفى انكاره وهٰذا لا يرتفع فى ضمن ارتفاع الحيٰوة وما يرتفع فى ضمن ارتفاعها وهو السماع العادى الذى لا يمكن الابقوة جسمانية عصبانية ولايقول احد بتحققه مع انتفاء الحيٰوة فالسماع الثابت بالادلة الشرعية والعقلية غير مرتفع وما هو مرتفع غير ثابت وبهٰذا يظهران التقابل الذى بين الموت والحيوة هو التقابل بالتضاد لكون كليهما وجوديين فان كون الحيوة امرًاوجودياً ظاهرواماالموت فلا نه اثر للاماتة

والا ماتة لما كانت عبارة عن قطع تعلق الروح بالبدن وايقاع الفصل بينهما وتخريب البدن كان الموت الذى هو مطاوعهاعبارة عن انقطاع ذٰلک التعلق والانفصال والتخريب وكل ذٰلک وجودى ويدل علىٰ كونه وجودياً قوله تعالى خلق الموت والحيوة لان الموت لوكان عدمياً لما تعلق به الخلق اذلا يقال للعدمى انه مخلوق فان الخلق هو الجعل والايجادو عدمية عدم الحيٰوة عدما ثابتاً اللازم للموت لا تصير الموت عدمياً لظهور عدم استلزام عدمية اللازم عدمية الملزوم الاترى الى الفلک فانه ملزوم لعدم السكون عندالفلاسفة ولا يلزم يكون لا زمه هٰذا عدميا كون الفلک عدميا ونظائره اكثر من ان تحصر وهٰذا ما قلنا من ان التوفى ليس حقيقة فى الاماتة لا ن الاماتة لايوجدفيها الاخذ بالتمام بل الاخذ فى الحملة بخلع صورة نوعية عن الجسم الحيوانى وليس اخرىٰ منها و بفصل الروح عن البدن فباعتبار وجوب حمل اللفظ على الحقيقة يكون قوله عزوجل يٰعيسىٰ انّىْ مُتَوَفِّيْکَ دليلا لنا لاله ويؤيده العطف بقوله وَرَافِعکَ اِلَيَّ اذ المرادبه الرفع الجسمانى والافما وجه تخصيصه بعيسى عليه السلام لعموم الرفع الروحانى كل مومن وحمله علىٰ هٰذا الرفع العام مستدلاً بقوله عزوجل يرفع اللّٰه الذين امنوامنكم والذين اوتواالعلم درجات غير صحيح لان المذكور فى تلک الأية هو رفع المسيح نفسه وفى هذه الأية رفع الدرجات ولا يخفى الفرق بين رفع الشئ نفسه وبين رفع درجاته كما هو بين قولک رفعت زيداً وبين رفعت زيداً ثوبه اوبيته اوشيًا اخرممايتعلق به ومع ثبوت التغائر بين الرفعين لابتم التقريب فعلى هذا

يقال ان من نودی وخوطب بالضما ئر هو عيسٰى عليه السلام فيكون المنادى والمتوفى والمرفوع والمطهر من الكفرة وفائق الاتباع اياه عليه السلام فيتركب القياس من الشكل الاول من ان عيسٰى هو المصداق للمتوفى المفهوم من الأية والمصداق له هو المصداق لصيغة من وقع عليه فعل الرفع فينتج ان عيسٰى هو المصداق للمرفوع وهذا عين ما ادعينا ه من ان المرفوع هو شخصه لا روحه فقط وايضالو كان روح عيسٰى مرفوعاً دون جسده الاطهر لوقع جسده فی ايدی الكفرة ولحصل مراد هم ولاهانوه فلم يصح قوله تعالٰى ومطهرک من الذين كفروا فان الاماتة ليس تخليصاً وتطهير من الاعداء بل تحصيلاً لمرادهم وايصالالهم الى مناهم وغاية متمناهم فهل يصح لمن له فهم مستقيم وعقل سليم ان يفهم من الرفع فی هٰذه الأية الرفع الروحانی فی وهل لا يعد ذلک المستنبط من ارباب الجهالة ولعمری ان هٰذا الشئ عجيب بتعجب منه كل لبيب واستدل ايضاً بقوله تعالٰى وقولهم انا قتلنا المسيح بن مريم رسول اللّٰه وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وان الذين اختلفوا فيه لفی شک منه مالهم به من علم الااتباع الظن وما قتلوه يقيناً بل رفعه اللّٰه اليه وكان اللّٰه عزيزاحكيما . وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيداً حيث حمل الرفع على الرفع الروحانی وقال برجوع الضمير المجرور المتصل بالباء فی قوله تعالٰى ليومنن به الى كونهم شاكين غير متيقنين بكون عيسٰى مقتولاً مصلوباً وبرجوع الضمير المتصل بقوله موته الى الكتابی ثم وجهه بتوجهين اخرين وحكم على كليهما بالصحة والصواب

الاول ان لفظ الایمان مقدر فی قوله تعالیٰ قبل موته ای قبل الایمان بموته فیکون معنی الآیة ان کل کتابی یؤمن بان قتل عیسیٰ مشکوک فیه قبل ان یؤمن بموته الطبعی الذی وقع فی الزمان الماضی والتوجیه الثانی ان کل کتابی کان یؤمن ویعلم قطعاً بانهم شاکون فی قتل عیسیٰ ولیس قتله الاعلیٰ سبیل الشک والظن وذلک ای ایمانهم بکونهم شاکین کان قبل ان مات علیه السلام والحاصل انهم والحال ان عیسیٰ حی ای قبل ان مات کانوا شاکین فی قتله ولم یکن حصل لهم قطع لقتله بل کانوا قبل ان مات یوقنون بمشکوکیة قتله وفی هذا الاستدلال انظار شتی امالنظر الاول علی التوجیه الاول فلان حمل الرفع فی الآیة علی الرفع الروحانی غیرصحیح اذالکلام وقع بطریق قصر الموصوف علی الصفة علی نحو قصر القلب و هذا مشروط تبنا فی الوصفین کما اذا خاطب المتکلم رجلابعکس مایعتقد مثل ماقام زید بل قعد لمن یظن بقیامه وظاهر ان القیام والقعود متنا فیان واشتراط التنافی اعم من ان یکون شرطا لحسنه اولا صله ومن ان یکون التنافی تنافیافی نفس الامراوفی اعتقاد المخاطب علی حسب تعدد الآراء وانما کان قوله تعالیٰ وَمَا قَتَلُوهُ یَقِیناً بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ عَلیٰ نحو قصر القلب لا نهم کانوایدعون ان عیسیٰ مقتول فخاطبهم اللّٰه تعالیٰ بعکس مازعموا من انه مرفوع لا مقتول کما زعمتم فیجب التنافی بین وصفی القتل والرفع وذلک لا یتصور الا اذاکان مرفوعاً حال کونه حیاً اذمنا فاة الرفع حال الحیوة ای الرفع الجسمانی للقتل ظاهر بدیهی لا یحتاج الی تنبیه فضلاعن دلیل واما اذاکان الرفع رفعاً روحانیا

فلو جوب اجتماع الرفع مع القتل لا يتحقق التنافى بين الرفع والقتل لان
كل احد يعلم قطعا ان من قتل فى سبيل الله فهو مرفوع بالرفع الروحانى
باجماع المذاهب فحينئذٍ يجب اجتماعهما ومع ثبوت الاجتماع النفس
الامرى بل والاعتقادى ايضاً ارتفع التنافى راساً فلم يصح القصر اولم
يحسن فامان يقربكون هذاالكلام نزل ردًا لزعم اهل الكتاب فيلزمه
الاقرار بكونه قصر القلب و وجوب تنافى وصفى القتل والرفع
باحدالوجهين وبكون الرفع رفعاً جسمانيا واما ان يقربعدم وجوب التنافى
بين الوصفين فى قصرالقلب وهذا هدم للقواعدالعربية وبالجملة لا بدله
اما من القول برفعه ﷺ حياً واما من الخروج عن العربية فايهما شاء
فليختر والنظر الثانى ان ارجاع الضمير الاول الى مشكوكية قتل عيسٰى
دون عيسٰى ليس باولى من ارجاعه اليه فاختياره عليه مع لزوم مخالفة
السلف والخلف ترجيح بلامرجح بل ترجيح للمرجوع وهذا افحش من
ذلک مع انه يكون المعنى علٰى هذا ان كل كتابى يومن بان المسيح
مشكوک القتل وان قتله ليس بقطعى كما اوضحه بنفسه وهذا المعنى
لايستقيم لان اتيانهم بمضمون قتل عيسٰى فى عنوان الجملة الاسمية
وتاكيده بان صريح فى كونهم مذعنين بقتله ولذارد الله عزوجل ادعائهم
هذا بقوله عزوجل وماقتلوه يقيناً اذلولم يكن لهم الاذعان لكفى فى ردهم
وما قتلوه ولم يزد عليه قيد يقيناً فالقول بانهم لم يكونوامذعنين بل
كانواشاكين فى قتله قول بالغاء قيد يقيناً فى قوله تعالى وما قتلوه يقينا
لخلوه عن الفائدة على هذا التقدير وادعاء ان قيد يقينا قيد للقتل المنفى

فی وما قتلوه فیکون النفی وارداً علی القتل المقید بهذا القید والنفی علی
هذه الوتیرة کما یتحقق ویصح بانتفاء القید کذلک یصح بانتفاء المقید
والقید کلیهما وههنا کذلک فان القتل مع التیقن منتف لا ینفعه ولا ینجیه
من لزوم الغاء القید لکفایة نفی اصل القتل فی ردهم مع انه یخالف القاعدة
الا کثریة من ان النفی الوارد علی المقید یتوجه الی القید فحسب علی انه
لم یوجد دلیل علی انهم قالوا بهذه الجملة من غیر صمیم القلب کما
وجد علیٰ کون قول المنافقین لرسول اللّٰه ﷺ نشهد انک لرسول اللّٰه
من غیر صمیم القلب فکیف یصح ان هذا القول منهم مع کونهم شاکین
من قبیل اظهار خلاف ماکانوا علیه لئلا یتوجه ایراد لزوم الالغاء علی
الکائد المستدل بل وجد الدلیل علی انهم کانو ابقتله مذعنین کما یدل
علیه صریح عبارة القران ان النصاری قدیماً وحد یثاً یدعون بذٰلک
ویدعون الناس الی الایمان بذٰلک ویزعمون ان وقوعه له علیه السلام کان
کفارة لذنوب امته مع انه کان ذلک مکتوباً فی انجیلهم وان کان بطریق
التحریف لکنهم لا یمانهم بالا نجیل وزعمهم عدم التحریف فیه کیف
یجوز ویمکن منهم الشک فی قتل عیسیٰ علیه السلام ومع وجود هذا الدلیل
لایتصور ان ینسب الیٰ جمیعهم الشک فی قتله وقول اللّٰه عزوجل وان
الذین اختلفوا لفی شک منه مالهم بذلک من علم الا اتباع الظن مؤل بان
المراد بالشک لیس مایتساوی طرفاه کما اصطلح علیه المنطقیون بل
المراد من الشک المذکور ما یقابل العلم ومن العلم الحکم الجازم
الثابت المطابق لنفس الامروعلی هذا لاتنا فی بین شکهم واذعانهم فی

قتل عیسی علیه السلام فیکون معناه وان الذین اختلفوالفی شک منه ای لفی
حکم غیر مطابق للواقع وانکان حکمهم بذلک حکماً جازماً ولکن لعدم
مطابقته لنفس الامرلا یعد علماً بل شکا ولیس لهم بذلک علم اذلابد فیه
من المطابقة فی نفس الامر فهم انما یتبعون الظن ای الحکم الغیر المطابق
لنفس الامر فیکون مال الشک والظن واحداً ولو اریدا بالمعنی
المصطلح لاهل المعقول لم یتحد مصداقهما المتبائن بینهما لوجوب
رجحان احد طرفی الظن ای الطرف الموافق وعدمه مطلقا فی الشک
وهذا ظاهر واطلاق الشک والریب علی غیر المعنی المصطلح لهم مما
یقابل العلم الیقینی شائع وفی القران واقع قال عزوجل وَاِنْ کُنْتُمْ فِی رَیْبٍ
مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا اطلق الریب علی انکارهم وقولهم الجازم بانه کلام
البشر وبانه شعر او کهانة یدل علی ذلک قوله تعالیٰ فلا اقسم بما
تبصرون وما لاتبصرون انه لقول رسول کریم وما هو بقول شاعرقلیلاً
ماتؤمنون ولابقول کاهن قلیلا ماتذکرون تنزیل من رب العٰلمین فلو کانوا
شاکین فی کونه کلام اللّٰه تعالیٰ بالشک المصطلح لما وقعت هذه
التاکیدات من کون الجملة اسمیة و تاکیدها بان وبالقسم فهذه دلالة بینة
علیٰ شدة انکارهم لکونه کلام اللّٰه تعالیٰ البالغ الی حدالجزم بانه کلا م
غیر اللّٰه وکذا اطلاق الظن علیه قال تعالیٰ ان یتبعون الا الظن وان هم
الایخرصون وخلاصة الاشکال الذی ورد علیه علی تقدیر ارجاع الضمیر
الاول الی الشک اما لزوم الغاء القید فی الأٰلة واما حمل قولهم انا قتلنا
المسیح بن مریم علی خلاف الظاهر مع وجود ما یوجب حمله علی

الظاهر فمن التزم الاول فقد تكافر وان الثانى فقد تحامر فايهما شاء فليختر و ثالث الانظا ر ان فى هذا التوجيه تكلفا بحيث لايتبادر الذهن الى رجوع الضمير الى ما ادعى رجوعه اليه مع انتشار الضمير وذلك مخل لكمال فصاحة القران والرابع ان المعنى علىٰ هذا التقدير يؤل الى انهم يصدقون بمشكوكية قتله ولما كان الشك والمشكوكية متحلين لزم كون التصديق متعلقا بالشك الذى هو تصور سواء اريد بالشك مفهومه العنوانى او مصداقه لان كلا منهما تصور لامحالة وسواء اريد بالتصديق الادراك الاذعانى الذى هو من جنس الادراك اوالحالة الادراكية الاذعانية التى هى من لواحق الادراك وتعلقه بالتصور مطلقا باطل كما تقرر فى مقره ولكن تعلقه بالشك حال كون التصديق من جنس الادراك افحش من تعلقه به على تقدير كونه من لواحقه لانه على هذا يكون الشك معلوماً والتصديق ادراكاً وعلماً به وقد ثبت بالبر هان عندهم اتحاد العلم بمعنى الصورة العلمية بالمعلوم فلزم اتحاد التصديق والشك مع انهما متبائنان والنظر الخامس ان الشك المصطلح عبارة عن التردد بين طرفى النسبة من الوجود والعدم على التساوى اى ادراك النسبة مع تجويز طرفها من غير اذعان باحد جانبيها فالمعنى الذى اراد الكائد من ان اهل الكتاب يؤمنون بشكهم فى قتل عيسىٰ قبل الايمان بموته الطبعى يرجع الى ان شكهم فى قتله حاصل من غير اذعان بموته الطبعى لان من لوازم القبلية ان لايوجد البعد حين حدوث القبل ولان الشك فى قبل الشخص مع الايمان بموته الطبعى مما يستحيل ولاخفاء

ایضاً فی ان لقتلهؑ طرفین وجوده وعدمه فاذا کان مشکوکاً یجب ان لایذعن باحد جانبیه مطلقاً ولابما یندرج فی ذلک الجانب وظاهر ان الموت الطبعی یندرج فی عدم القتل اندراج الاخص تحت الاعم لشموله الحیٰوة والموت الطبعی کلیهما فتجرید الشک فی قتله من الاذعان بموته الطبعی من اجلی البدیهیات لان تساوی طرفی الشک مع رجحان احدهما غیر ممکن وهٰذا مما یعلم کل من له ادنیٰ فهم فلو کان مراد هٰذه الأیة ما قاله فای علم حصل بنزولها وای فائدة من فوائد الخبر ترتبت علیها فتدبر علی ان حملک هٰذه الأیة علی ماحملت قول بان هٰذه الأیة مبینة لبعض اجزاء الماهیة للشک وهٰذا کانه ادعاء ان القران یبین المعانی المصطلحة للقوم کما ان الکافیة والشافیة والتهذیب وامثالها کذٰلک فهل یتفوه به عاقل واما علی التوجیه الثانی فیرد علیه ما عدا الخامس من الانظار المذکورة کلها ویرد علیه خاصة ایضاً ان سلب الاوصاف بتمامها عن فرد فرد من افراد شئ ثم اثبات صفة معینة لها کما یقتضی انحصار ذٰلک الشئ فی تلک الصفة وهٰذا انحصار حقیقی کذٰلک سلب وصف معین عنها سواء کان مقدراً او ملفوظاً ثم اثبات منافی ذٰلک الوصف یقتضی انحصار الشئ فی المنافی للوصف المسلوب وهٰذا انحصار اضافی وکلا هٰذین الحصرین نوعا حصر الموصوف فی الصفة واما انحصار الصفة فی الموصوف بالانحصار الحقیقی فبوجودها فی الموصوف وانتفائها عن جمیع ماعداه وبالانحصار الاضافی فبوجودها فیه وانتفائها عن بعض ماعداه فقط ومن المعلوم

بالبداهة صدق المحصور فيه على المحصور الكلى كليا وفى الأية انحصاراضافى لانحصار اهل الكتاب فى الايمان بالنسبة الى وصف الكفردون سائر الاوصاف فلكون المراد من الأية سلب الكفر عن جميعهم واثبات نقيضه من الايمان لجميعهم كذلك وحصرهم فى ذلك النقيض يجب صدق الايمان على الكتابى صدقاً كليا بان يقال كل كتابى يؤمن به فهذه قضية موجبة محصورة كلية فاذا حمل قوله عزوجل وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته على ماحمله فى هذا التوجيه يكون معناه كل كتابى يؤمن بمشكوكية قتله عليه السلام قبل ان مات ومع قطع النظر عن لزوم حمل المضارع على الماضى والاغماض عن مفاد النون الثقيلة من معنى الاستقبال اما ان يخص هذا الحكم ببعض اهل الكتاب الموجودين فى زمانه قبل رفعه وهذا مناف للقاعدة المارة انفا واما ان يعم للموجودين منهم قبل رفعه وبعده الى يوم القيامة وهذا يؤدى الى تجويز وجود من لم يوجد حال عدم وجوده لامتناع تقرر الصفة بدون موصوفها وفيه تجويز لمعية النقيضين وكذا يرد عليه ان حمل موته الذى هو مصدر على الماضى من غير داع مخصص تكلف لايرتضيه ارباب الفهوم ويرد على تصويبه كلا المعنيين ونسبة كلا منهما الى الكشف والالهام ان احد المعنيين باطل لامحالة اذ التوجيه الثانى قوى الاحتمال فى الخصوص لاهونية خلاف القاعدة من اجتماع النقيضين والاول لايتمشى فيه سوى العموم والعموم والخصوص مما يتغائران فان سلم التوجيه الاول انتفى التوجيه الثانى وان الثانى ارتفع الاول فاحد الكشفين لو فرض بالهام من

الرحمٰن يكون الأخر بالهام من الشيطان اذ لو كان كلاهما بالهام اللّٰه تعالىٰ لما وقع التخالف بينهما فالحق ان كلا الكشفين من الكشوف الكاذبة الشيطانية لا من الكشوف الصادقة الرحمانية والا لم يرد على كل منهما نقوض شرعية قاطعة وايرادات عقلية ساطعة فالذى من شانه امثال هٰذه الدعاوى ومن خصائله انه اذا اخذ بالقران تمسک بالانجيل واذا الزم بالانجيل رجع الى القران واذا بهما تشبث بالعقل وان بكل منها تذيل بالكشف والالهام فان طولب بدليل يدل علىٰ صدق كشفه تبهت وتحير وتنكس او هو مثيل للمريض مرض الموت ليس بحى فيرجى ولاميت فيلقى او نظير للنعامة اذا استطير تباعر واذا استحمل نظائر فاقول بفضل اللّٰه تعالىٰ ان المعنى الصحيح للاية المذكورة الذى لايرد عليه شئ من تلک الانظار هو انهم قالوا انا متيقنون بقتل المسيح بن مريم فردهم اللّٰه عزوجل بانهم ماقتلوه وماصلبوه فكيف يتصور تيقنهم بقتله لانه لابدللعلم اليقينى من مطابقة لنفس الامر واذا لم توجد المطابقة لم يتحقق التيقن بقتله فحكمهم بهٰذا النحو من القطع وادعاء اليقين مع انتفاء العلم اليقينى به شبهة صرفة وجهل مركب يفسر بالحكم الغير المطابق الثابت فى نفس الامرفهم فى شک منه اى فى حكم لم يطابق الواقع وليسواعلى اليقين بل هم يتبعون الظن والجهل المركب لانهم ماقتلوه اى انتفى قتله انتفاءا يقينياً بان يكون قوله يقينيا قيداً للنفى لا للمنفى بل رفعه اللّٰه اليه بالرفع الذى ينافى القتل وهو الرفع الجسمانى دون الرفع الروحانى لاينافى القتل بل يجامعه فى نفس الامرو فى اعتقاد المخاطب وكان اللّٰه

عزيزاً لايعجزه شئ عن رفعه مع جسده حكيما فى صنع رفعه وليس احد
من اهل الكتاب الا ليؤمن به اى بعيسى قبل موته اى قبل موت عيسٰى
سواء كان ايمانه نافعاً له كالايمان فى حالة غير الباس اولم يكن نافعا له
كايمانه فى حالة الباس والايمان فى غير حالة الباس اعم من ان يكون قبل
نزول عيسى اوحين نزوله فهذا المعنى قد روعيت فيه صيغة المضارع
والنون الثقيلة التى تدل على استقبالية مد خولها بالاجماع من اهل اللغة
ولم يرد عليه شئ من النقوض فالذى ذكرنا ه من المعنى هو المحكوم
عليه بالصحة الصافى عب شوائب الايرادات كاف لدفع الاشكالات
يؤمن به المنصف المناظرو ان اعرض عنه الجاهل المجادل المكابر
واستدل ايضا بطريق الالزام على اهل السلام القائلين بحيٰوة المسيح
عليه السلام بان كل من يؤمن بوجود السمٰوٰت يؤمن بتحركها على الاستدارة
فلوكان عليه السلام على السماء للزم بتحركها تحركه فلم تتعين له جهة الفوق
بل على هذا قد يصير تحتا وقد يصير فوقا فلا يتعين له النزول ايضا
اذالنزول لايكون الامن الفوق وايضاً يلزم كونه فى الاضطراب وعدم
القرار دائما مادام هو فى السماء وهٰذا نوع من العذاب وجوابه ان جهة
الفوق تطلق حقيقة على منتهٰى الحظ الطولانى من جانب راس الانسان
بالطبع من محدب فلک الافلاک وجهة التحت على منتهٰى ذلک الحظ
مما يلى رجليه من مركز العالم وهاتان الجهتان لاتتبدلان عوض ويطلق
الفوق والتحت على الحدود التى بين المركز و بين المحدب ايضا لكن
اطلاقا اضافيا لاحقيقيا وكل من هذه الحدود المتوسطة يمكن اتصافه

بكلا الوصفين من الفوقية والتحتية مثلا محدب فلك القمر متصف بالفوقية بالاضافة الى مقعره وما عداه من الحدود المتقاربة الى المركز ومتصف بالتحية بالنسبة الى سائر الافلاک فهذا الحد المعين فوق وتحت لكن بوجهين والحاصل ان كل حدين فرضا بين المركز و بين محدب الفلک الاعلى فما كان منهما اقرب الى المركز وابعد من المحدب فهو تحت وما بالعكس فهو فوق بخلاف الحقيقيتين فان مايتصف منهما بالفوقية لايمكن ان يتصف بالتحتية وما يتصف بالتحتية لايمكن اتصافه بالفوقية لان محدب الفلک الاعلى محدب دائما ومركز العالم مركز دائما لاتغير ولاتبدل فيهما وعلى هذا يقال ان المسيح علیه السلام لما كان فى السماء الثانية فلاريب فى انه ابعد من المركز واقرب الى المحدب بالنسبة الى من هو على وجه الارض فيكون فوق من هم على الارض وان سلمنا تحركه بتحرک السموٰت فلايلزم عدم تعين جهة الفوق له علیه السلام بل مادام هو فى السماء متصف بالفوقية بالنسبة الى سكان الارض جميعًا فاذا اراد الله تعالى نزوله انتقل من مقره السماوى من محدب السمآء الثانية بحيث يتزائد البعد فيما بينه وبين محدب فلک الافلاک انا فانا من البعد الذى كان بينهما ويتناقص كذالک البعد فيما بينه وبين مركز العالم من البعد الذى كان حيث هو فى مقره الى ان يصل الى سطح الارض وانت تعلم ان الحركة من المحدب الاعلى اومما يقربه الى جانب مركز العوالم هوالنزول كما ان الحركة من جانب ذلک المركز الى جانب ذلک المحدب هو العروج فلم يلزم من تحركه

بتحرک السموٰت علی الاستدارة عدم تعین النزول له وایضاً لایلزم من تحرکه بتحرک السموٰت کونه مضطرباً وفی نوع من العذاب الاتری الی الذی ذهب الیه اهل الهیئة الیوم من الافرنج ان الشمس فی وسط الکواکب التی تدورحولها وقالوا انها لیس لها حرکة حول الارض بل للارض حرکة حولها وان الارض احدی السیارات عندهم وهی عطارد والزهرة والارض والمریخ وسنة وقال بعضهم ان الارض هی التی تتحرک هذه الحرکة السریعة الیومیة من المغرب الی المشرق وبسببها تری الکواکب طالعة وغاربة لانها اذا تحرکت کذلک وکانت الکواکب ساکنة اومتحرکة الی تلک الجهة ایضاً لکن بحرکة ابطاء من حرکتها ظهرلنا فی کل ساعة من الکواکب ما کانت محتجبة بحدبة الارض فی جانب المشرق واحتجبت عنا بحدبتها فی جانب المغرب ماکانت ظاهرة لنا فیتخیل ان الارض ساکنة وان الکواکب هی متحرکة بتلک الحرکة السریعة الی خلاف الجهة التی تتحرک الارض الیها کما یتخیل ان السفینة الجاریة فی الماء ساکنة مع کوْن الماء متحرکاً الی خلاف جهة السفینة وهذا القول وان کان مردوداً بان الارض ذات مبدء میل مستقیم طبعاکما یظهر من اجزائها المنفصلة فیمتنع ان تتحرک علی الاستدارة وبانها لوکانت کذلک لما وصلت الطیور الی ما توجهت الیه من جهة المشرق عند طیرانها من المغرب الی المشرق وان کانت المسافة التی بین مبدء مسیر الطیور وبین منتهاه مسافة قلیلة الابعد مضی اکثر من یوم ولیلة وبانه علی هذا کان یجب ان یتخیل جمیع ما فی الجو من الطیور

متحركاً الى جانب المغرب سواء كان ذلك الطائر متحركاً بحركة
نفسه الارادية الى المشرق اوالمغرب وذلك لبطوء سير الطيور وسرعة
حركة الارض وبوجوه اخرى تركنا ذكرها وبقوله تعالىٰ شانه والقى فى
الارض رواسى ان تميدبكم وبقوله الكريم ام من جعل الارض قراراً
وجعل خلالها انهارا وجعل لها رواسى الاية فمع بطلان هذا القول نقول
انهم مع كونهم عقلا لم يجزموا ببطلان مذهبه هذا بظهور استلزامه عذاب
من هو على الارض ولم يورد عليهم احد ممن يخالفهم من المسلمين
وسائر اهل المعقول هذا الايراد نعم اوهام العامة الجهلة الذين لاحظ لهم
من العلوم العقلية تتزلزل بامثال هذا وكل هذا على تقدير تسليم حركة
فلك الا فلاک على الاستدارة ثم بتسليم حركة سائرالافلاک بتحريكه
اياها ولنا ان نمنع حركة فلک الافلاک المعبر بالعرش فى لسان الشرع
على الاستدارة لا نه لم يوجد فى الشرع دليل قطعى يوجب الظن بذلک
فضلا عن ان يوجب العلم القطعى كيف ولم يثبت ذلک فى خبر قوى بل
ولاضعيف ان العرش يتحرک على الاستدارة ويحرک ماتحته من
الافلاک بل قد ثبت فى اخبار صحيحة ان له قوائم وهذا بظاهره يابى ان
يكون الفلک الذى يصفونه على ما يصفونه ولايابى ماصح من انه مقبب
كالخيمة وقد ورد انه يحمل اليوم العرش اربعة من الملئكة وثمانية منهم
يوم القيامة قال عزوجل ويحمل عرش ربک فوقهم يومئذ ثمانية اى يوم
القيامة وعلى هذا كيف يستقيم كون الفلک متحركا بالحركة
المستديرة وما ورد فى القرآن انما هو سير الكواكب كما قال تعالىٰ

لاالشمس ينبغى لها ان تدرک القمر ولااللیل سابق النهار وکل فی فلک یسبحون وقال کل یجری الی اجل مسمی وقال ماأعظم شانه فلااقسم بالخنس الجوار الکنس وفسر بالنجوم الخمسة زحل والمشتری والمریخ والزهرة وعطارد ولئن سلم کون ذلک الفلک متحرکا فلانسلم انه یلزم بتحرکه تحرک سائر الافلاک لان الشرع لم یرد باتصال الافلاک فیما بینها بل ورد علی انفصالها کما یظهرلمن تتبع الاحادیث ولم یثبت کونها کرویة بل ورد ان الارض بالنسبة الی السماء الدنیا کحلقة فی فلاة وهکذا سماء الدنیا بالنسبة الی السماء الثانیة والثانیة بالنسبة الی الثالثة وهکذا والکل من الکرسی وما تحته بالنسبة الی العرش کحلقه فی فلاة وظاهر انها لوکانت کرویة لما صح هذا التمثیل واذا لم یثبت کرویة الافلاک لم یثبت حرکتها علی الاستدارة ولما لم یثبت الاتصال فیما بین الافلاک فمع تسلیم تحرک فلک الافلاک لایلزم تحرک ما تحته من الافلاک بل عرفت ان نفس حرکة الفلک الاعلی ایضالم تثبت فلم یرد مازعمه المستدل بطریق الالزام تقلیداً للاوهام العامة وحاصل کلامنا هذا کله ورود منوع متعاقبة مترتبة علی استدلاله بانا لانسلم کون الفلک الاعلی متحرکا ولئن سلم فلانسلم انه متحرک علی الاستدارة ولئن سلمناه فلانسلم ان بتحرکه یلزم تحرک باقی الافلاک لتوقفه علی اتصالها ولااتصال فلایلزم تحرکها حتی یتحقق مزعومه ولئن سلم کل ذلک فلزوم المحذورات الثلث من عدم تعین جهة الفوق له وعدم تعین النزول له وکونه فی العذاب

الدائمی ممنوع مطلوب دلیله وانی له ذلک وقد عرفته مفصلا وتامل فیه بالنظر الصائب یظهرلک مبلغ انکشافه فی علم الهیئة ودرکه فی القواعد الهندسیة لینکشف لک حقیقة دعواه من المجددیة والمحدثیة وتقوله المفتری فی ادعاء المسیحیة واعترض علی العلماء الاسلامیة علی قولهم بان الفلسفة القدیمة تشهد بان الجسم العنصری للانسان لایمکن ان یبلغ الی الطبقة الزمهریریة وبان اهل فلسفة الیوم قد حققوا بتوسط الصعود علی بعض الجبال ان اهویة رؤس تلک الجبال مضرة منافیة لصحة البدن بحیث لایمکن ان یبقی حیا حین وصوله فی تلک الاهو یة فاتفاق سوابق الفلاسفة ولواحقهم علی ذلک یحیل ارتفا ع المسیح عليه السلام الی السماء اذلابد لارتفاعه الیها من الوصول الی الطبقة الزمهریریة ونفوذه فیها فی اثناء الصعود الی السماء والوصول الی تلک الطبقة لما کان غیر ممکن امتنع صعوده الی السماء لاستلزام عدم امکان المعد لعدم المکان المعدله ولایخفی علیک ان کل ذلک سفسطة وتزئین للباطل وتمویه للفاسد العاطل لایستتر وهنه علی اللبیب العاقل فان ماترتب علیه امتناع صعوده عليه السلام من عدم امکان وصول البدن الانسانی الی الطبقة الزمهریریة معللابمعنا فاتها لحیوٰة الانسان غیر مسلم لان عدم امکانه الیها یتوقف علی عدة امورمنها استواء جمیع اجزاء الطبقة فی هذه الکیفیة المضرة وهذا ممنوع لابد له من دلیل بل باعتبار اختلاف نسبة اوضاع الشمس الی العوالم العنصر یة یشهد الوجدان بخلافه ومنها کونها ثابتة لتلک الطبقة فی مرتبة ذاتها ثبوت الذاتیات للذات بحیث یستحیل انسلاخ

تلک الکیفیة عن هذه الطبقة فی مرتبة ذاتها وهوایضاً ممنوع فان نسبة الکیفیة الی الطبقة لو کانت بهٰذه المثابة لکانت ذاتیة لها وقد ثبت فی مقرها ان لاتشکیک فی الماهیة ولا فی ذاتیاتها والتشکیک فی المتکیفات انما یکون بالشدة والضعف ومن المعلوم بالبداهة العقلیة ان تلک الکیفیة تشتد وتضعف حسب مسامتة الشمس کما فی النهار وعدم مسامتتها کما فی اللیل ولاختلاف اجزاء الطبقة فیها صیفا وشتاء وشمالاوجنوباً فاختلافها کذلک ادل دلیل ینفی کونها ذاتیة لها واما کونها لا زمة لتلک الطبقة فذلک اماباعتبار ذاتها واصلها وهی نفس البرودة وظاهرانها لاتنافی لحیٰوة الانسان واما باعتبار مرتبة معینة من مراتبها المنافیة لها فهی غیر متعینة بعد وبعد تسلیم تعینها فدوامه غیرمسلم فاین اللزوم ولئن سلم اللزوم فذلک اللزوم عادی لاعقلی یمتنع انفکاکه عن ملزومه کما یمتنع انفکاک الزوجیة عن الاثنین واللازم العادی یجوز انفکاکه عن ملزومه کلزوم السکرللخمر فانه لازم عادی للخمر ولذا ینفک عن الخمر بالملح وبالخل والحرارة للنارکذلک لازم عادی ولذا خاطبها اللّٰه تعالیٰ فی حق ابراهیم علیه السلام بقوله عزوجل قلنا یا نارکونی برداً وسلاماً علی ابراهیم فانقادت وتبردت کما اخبر به عزوجل فما کان جواب قومه الا ان قالوا اقتلوه اوحرقوه فانجٰه اللّٰه من النار کیف ولو کانت الحرارة لازمة لها باللزوم الذاتی لانتفت النار بزوال الحرارة وذکر المؤرخون ان النار تبردت علی ابی مسلم الخولانی حین امر مسیلمة الکذاب بنار عظیمة حتی اشتعلت وتوقدت

فامر بالقاء ابی مسلم فیها فالقی فلم تضره النار فاذا کان حال الحرارة بالنسبة الی النار کذالک مع ان حرارتها بذاتها فمابال البرودة بالنسبة الی الطبقة الزمهریریة من الهواء مع کون برود تها بالتبع وبالعرض لان عنصرالهواء بحسب ذاتها حار رطب کما هو محرر فی کتب الطب ولما تکن الکیفیة ذاتیة لها ولا لازماً عقلیاً یمتنع انفکاکها عنها مجاز انفکاکها عنها حین صعود المسیح علیه السلام الی السمآء لامکان وجود مایقتضیٰ کسر سورة البرودة عن مسیره من تلک الطبقة من مجاورة الادخنة الغلیظة المشتعلة التی تری منها صور مختلفة کالینازک والرماح والحیوانات ذی القرون وغیرها سواء کانت الادخنة المشتعلة ممتدة متصلة بالارض التی تسمی بالحریق اوغیر متصلة بها فلم یمتنع صعوده علیه السلام الی السماء من اجل البرودة المفرطة التی فی تلک الطبقة الکائنة فی مسافة ذهابه الیها ومنع حرارة کرة النار لمسیره الیها کذلک لما عرفت من ان الحرارة للنار لازم عادی یجوز انفکاکها عنها ولواینا ومن الامور المتعددة التی قلنا بتوقف عدم امکان وصول البدن الانسانی الی الطبقة الزمهریریة علیها استقرار البدن واقامته فیها مدة یتاثر فیها ببرودتها ومن الضروریات ان استقرار البدن فیها غیرلازم للذهاب الی السماء المتضمن للوصول الیها لان الذهاب الی السماء انما یکون اما بالانتقال الدفعی او التدریجی وکل منهما لایستلزم الاستقرار فی مسافة الانتقال حتیٰ یتاثر البدن فی مسیره بکیفیة متضادة لصحته وظاهر ان احد المتضادین بالذات مع کونه اشد انفعالا واسرع تاثراً من الضد الاخر

يشترط لتاثره منه الاجتماع بينهما مدة يتحقق فيها تاثير احدهما فى الأخر وتاثر الأخر به فالامران اللذان ليس بينهما التضاد بالذات بل بالتبع اولى بان يشترط لتاثر احدهما بالأخر الاجتماع فيما بينهما فى زمان معتدبه وعلىٰ هٰذا يقال ان مزاج بدن المسيح عليه السلام وان كان ينافيه هواء الطبقة الزمهريرية لكن لما يلزم لذهابه وصعوده الى السماء الاستقرار فى تلك الطبقة سواء كان فى الواقع انتقاله وذهابه بطريق الدفع اوبطريق الحركة يلزم تضرره المشروط بالاستقرار لعدم لزوم شرطه فلم يمتنع صعوده الى السماء ولم يلزم عدم امكان المعد حتى يتفرع عليه عدم امكان المعدله كما زعمه الاترى انک اذا نفذت يدک فى الشعلة واسرعت فى تنفيذ واخراجها منها لاتتاثر يدک بحرارتها وكذا ان اوقدت نارا عظيمة بحيث يشتدو يرتفع شعلتها ورميت السهم من القوس الى هدف تحول تلک النار بينک وبين الهدف فهو حين نفوذه فى الشعلة مع كونه من الخشب لايتاثر من حرارتها وذلک لسرعة خروج اليد والسهم وذهابهما منها وعدم الاستقرار وهٰذا على تقدير منع محض الاستقرار مع تسليم الامرين الاولين من كون كيفية البرودة ذاتية اولازماً عقليا ومن كون جميع اجزاء الطبقة متساوى الكيفية البردية فكيف اذا انتفى كل من هذه الامور الموقوف عليها اعتراضه واستلزام انتفاء الموقوف عليه لانتفاء الموقوف من المعلومات بالضرورة واستدل ايضاً بقوله تعالىٰ فيها تحيون وفيها تموتون ومنها تخرجون وتهذيبه ان فى الأية تقديم الجار والمجرور المتعلق بالفعل اعنى تحيون وذلک لافادة

الحصر فیؤل معناہ الی انه لاحیوٰۃ لاحد من بنی ادم الا فی الارض فلو کان المسیح علیه السلام حیاً فی السماء للزم بطلان ھذا الحصر المستفاد من قول اللّٰه عزوجل فالاذعان بقوله تعالیٰ وفیھا تحیون لایجتمع مع القول بکونه حیاً فی السماء فلابد من القول بکونه میتا کسائر الانبیاء علیھم السلام وکونه مرفوعاً بالرفع الروحانی دون الجسدی اقول بتوفیق اللّٰه عزوجل حصر التقدیم فی افادۃ الانحصار مخدوش بل التقدیم قد یکون لاغراض اخر کرعایۃ القوافی والفواصل واھتمام البیان وامثالھما فیتحمل التقدیم فی الأیة توافق الفواصل فلم تتعین افادۃ الحصرو لئن سلمنا ذلک فباعتبار الاکثر لاباعتبار الکل ولو باعتبار الکل ایضاً فبخصوص الحیوٰۃ فی عالم الناسوت الذی ھو محل الکون والفساد دون الحیوٰۃ المطلقة التی من جملتھا الحیوٰۃ السماویة اذ لو تعلق الانحصار بالحیوٰۃ مطلقا انتقض بحیوٰۃ اصحاب الجنة فی الجنة وبحیوٰۃ اھل النار فی النار ولابد لاعتبار الحیوٰۃ الناسوتیة ایضاً من التقیید بغالب الاحوال والا انتقض بمن سار فی الھواء بواسطة الطیران علیٰ طریق خرق العادۃ کما وقع لبعض الکبراء او بواسطة الرکوب علی البابور الدخانی الھوائی کما شاھدہ کثیر من ابناء الزمان فلامنافاۃ حینئذٍ بین التصدیق بقوله تعالیٰ المذکور وبین التصدیق بکون المسیح بن مریم حیاً فی السماء کما لایخفی علیٰ من له ادنیٰ تامل ومن استدلالاته المزخرفة الواھیة ان لوکان عیسیٰ حیًّا فی السّماء ونازلاً قبیل قیام الساعة فلایخلو اما ان یکون حین نزوله معزولاً عن وصف الرسالة وفی مثل ھذا النزول تنزیل لشانه وتحقیر

لمكانه ولايليق ذلک بشان الرسل اوينزل وهو رسول متصف بوصف الرسالة كما كان قبل رفعه الى السّماء وهٰذا يخالف قول اللّٰه عزوجل فی حقّ نبيّنا المطهرالمكرم ﷺ وشرف وعظم ماكان محمّد ابا احد من رجالكم ولكن رسول اللّٰه وخاتم النّبيين الاية وخاتمهم من لايكون بعده نبی كما قال عليه الصلوة والسلام لانبی بعدی فاذا لم يكن بعده نبی فكيف ينزل عيسٰی وهو رسول نبی وجوابه بالنقض بان ماعدا النبیﷺ من الانبياء كلهم حال كونهم فی البرزخ بعد بعث نبيناﷺ اوحال مايكونون فی عالم المعاد هل هم معزولون عن وصف الرسالة اوالنبوة وفی هذا تحقير لهم ولايناسب ذلک لعلوحالهم وقد تقرر فی كتب العقائد ان الانبياء بعد انتقالهم من دار الدنيا لايعزلون عن مناصب النبوة بل صرح فی بعضها بتكفير من قال هٰذه الجملة اوهل هم متصفون بوصف النبوة وهٰذا يخالف قول اللّٰه ولكن رسول اللّٰه وخاتم النبيين لان خاتميته تقتضی ان لايكون بعده نبی فكيف يصح ان يكونوا موصوفين بالنبوة بعد كون نبيناﷺ مبعوثاً وكيف لايعزلون عن منصب النبوة فی المعاد فما هو جوابک عن هٰذا النقض الوارد فهو جوابنا عن اعتراضک المزخرف والحل ان المسيح عليه السلام حين تمكنه فی السماء وحين نزوله وكذا هو وسائر الانبيآء فی البرزخ وفی المعاد متصفون بوصف النبوة والرسالة غيرمعزولين عن مناصبهم وقول الناقص ان هٰذا يخالف قول اللّٰه عزوجل ماكان محمد الاية غيرمتوجه اذ النبی ﷺ اخر الانبياء بعثاً بمعنى انه اوتی النبوة بعد ما اوتيها سائر النبيين عليهم من الصلوة اتمها ومن التسليما ت

اکملها ولیس باٰخرهم بقاءابمعنی ان کلهم مما عداه ﷺ وعلیهم بعد ارساله صاروا معزولین عن مناصب نبواتهم ورسالاتهم ولامنافاة بین کونهﷺ خاتم النبیین واٰخرهم وبین بقاء نبواتهم ورسالاتهم لان المعیة بین الشیئین بقاءا لاینافی بعدیة احدهما و اولیة الأخر حدوثا کما تری فی البناء والبنّاء وفی الابن والاب فان حدوث البنّاء بعد حدوث البناء و حدوث الابن بعد حدوث الاب مع تحقق المعیة بینهما بقاءا وامثلته کثیرة لاتحصیٰ ثم اکد ذٰلک المعترض هٰذا الاعتراض المزخرف فی موضع اٰخر من کتابه بان المسیح لوکان حیاً فی السماء منتظرا نزوله الی الارض فاذا نزل والحال انه لایعرف العربیة فیحتاج الی علم القراٰن ولایتیسرله ذٰلک لعدم معرفته العربیة ویتعسرله التعلم فی تلک الحالة لشیخوخته فیحتاج الی ان ینزل علیه کتاب جدید بلسانهٖ فیقرء الناس کتابه ویقرء فی صلوٰته من ذٰلک الکتاب ویعلم الناس الکلمة بلسانه وفی هٰذا استیصال لدین الاسلام اقول متمسکا بلاحول ولا قوة الاباللّٰه العلی العظیم ومستعیذا باللّٰه من الشیطٰن الضال المضل الرجیم ان کل ذٰلک سفسطة من سفسطاته ولاادری انه کیف حصل له العلم الیقینی بان المسیح لم یکن یعرف العربیة مع کون العبریة کثیرا لتوافق کالفنجابیة والاردویة فهل یتعسر لمن یعرف احدی اللغتین معرفة اللغة الاخریٰ منهما واما شاهد الذین یعرفون السنة مختلفة یقدرون علی اداء مضامینهم بلغات متنوعة الیس فی نفسهٖ اٰیة انه مع کونه من خمسة ماء یعرف لغتها ویعرف اللغة الفارسیة فای شیٔ اعجز المسیح من تعلمه العربیة امابتعلیم

اللّٰہ تعالیٰ اوبتعلیم معلم من البشر لسبق التقدیر الازلی علی کونہ مجدداً لھٰذا الدین ولم یعجز الکائد عن معرفۃ اکثر من لغۃ واحدۃ فبای شئ یتیسر ذلک لغیر النبی ولم یتیسر للنبی الذی تکلم حال کونہ صبیا وقال انی عبداللّٰہ اٰتانی الکتاب وجعلنی نبیاً مبارکاً ولو سلم عدم علمہ العربیۃ قبل رفعہ الی السماء فمن این جزم بانہ لہ یتعلم فی الملکوت ولئن سلم عدم تعلمہ ھناک فمن ابنائہ انہ لایمکن لہ او لایتیسر لہ العلم بھا حین نزولھا فمن علم الاسماء کلھا لاٰدم وعلم نبینا المکرم علم ما لم یعلم یعلم المسیح بن مریم ولیس ذلک علی اللّٰہ بعزیز اما قرع صماخ اذنہ ان صاحب القوۃ القدسیۃ تصیر النظریات کلھا بدیھیۃ عندہ وھٰذا مجمع علیہ عند اھل المعقول فکیف یستبعد ذلک ولم یستبعد ھٰذا ولئن سلمنا استبعادہ اواستحالتہ فلانسلم ان تبلیغ احکام الشریعۃ وتفھیم معانی القراٰن وتادیۃ مفاھیم کلمات التوحید بلغۃ غیر العرب تبدیل للاسلام ونسخ للاحکام واستیصال للدین المتین لانہ لوکان کذٰلک للزم کون المسلمین کلھم من غیر العرب مبدلا للاسلام وللزم کون الکائد لما انہ یؤدی العقائد ومعانی القراٰن وکلمات التوحید حسب مایرتضیہ بالھندیۃ مبدلا للاسلام ومعرضا عنہ وتوجب ان من ایقن بان اللّٰہ عزوجل متصف بصفاتہ الکمالیۃ التی دلت علیھا النصوص و واحد لایماثلہ شئ ولاشبھہ احد لا فی ذاتہ ولا فی صفاتہ وان اکرم الموجودات واشرف المخلوقات سیدنا محمدا النبی ﷺ العربی الھاشمی صادق فی دعواہ النبوۃ حق ماجاء بہ من عنداللّٰہ تعالیٰ وتلفظ بھٰذہ المعتقدات الحقۃ الثابتۃ بلغۃ

يعرفها من غير العربية ودام على هٰذا التيقن والاقرار ومات على ذلك لايكون مؤمناً فهل هٰذا الا نفى لعموم دعوة القراٰن واثبات لخصوص رسالة رسول الانس والجان وقد قال تعالىٰ وتبارك تبارك الذى نزل الفرقان على عبده ليكون للعٰلمين نذيراً وقال عزوجل وما ارسلناك الارحمة للعٰلمين وقال وعز من قائل وما ارسلناك الا كافة للناس وامره اللّٰه تعالىٰ بقوله يا ايهاالناس انى رسول اللّٰه اليكم جميعاً افلم يعلم انه كما ان انكار اصل نبوة نبينا محمدﷺ كفر كذلك انكار عموم نبوته ﷺ كفر لكون كل منهما متساوى الاقدام فى ردالنصوص القطعية وايضاً استدل علىٰ عدم كونه فى السماء بقوله تعالىٰ واوصانى بالصلوٰة والزكوٰة مادمت حياً وبراً بوالدتى وتحريره بانه لوكان حياً للزم كونه ماموراً فى السماء باداء الزكوٰة وباحسان والدته وظاهران امتثاله بهٰذين الامرين وهو فى السماء غير متصور والجواب ان المراد بالزكوٰة هٰهنا معناها الحقيقى وهى الطهارة دون معناها المنقول الفقهى المعرف فى كتب الفقه كماارید بقوله تعالىٰ ومن تزكى فانما يتزكىٰ لنفسهٖ وبقوله تعالىٰ فاردنا ان يبدلهما ربهما خيراً منه زكوٰة واقرب رحماً وبقوله تعالىٰ عبس وتولى ان جاء ه الاعمىٰ وما يدريك لعله يزكى او يذكر فتنفعه الذكرىٰ اما من استغنىٰ فانت له تصدىٰ وما عليك الا يزكىٰ وبقوله عزوجل قد افلح من زكٰها وبقوله تبارك وسيجنبها الاتقى الذى يؤتى ماله يتزكى وبغير ذلك من الاٰيات وعلىٰ هٰذا فعدم تصور امتثاله بهٰذا الامر خفى غاية الخفاء وتصوره ظاهر كمال الظهور وان خفى على من عمى عمى المبتدع الفجور واما

لزومه ایتمار المسیح ﷺ ببروالدته حال كونه فی السمآء بهٰذه الأیة فغیر ظاهر لان قوله تعالٰی براً بوالدتی لیس معطوفاً علی مدخول الجار المتعلق بقوله اوصانی حتیٰ یلزم ذلک اذ لوكان كذٰلک لكان مجروراً مثل معطوفه ولم یكن منصوباً ولقرء قوله بِراً بكسرا لباء لا بفتحها لئلایلزم كون من یقوم به البر ماموراً به كما ان الصلٰوة والزكٰوة مامور بهما مع كونه بدیهی البطلان لضرورة ان ما یؤمربه او ینهی عنه انما هوالافعال دون الذوات فاجماع القراء علی فتحها یابی كل الاباء عن كونه معطوفا علٰی ذلک المدخول والا لاحتیج لتصحیح للكلام والاحتراز عن المحذورالمذكور الی تكلف حمل الصفة المشبهة علی المصدر مع ان الضرورة غیر داعیة الی هٰذا التكلف لامكان تصحیح ذلک الكلام من غیر تكلف بعطف براً علٰی قوله نبیاً فیكونان مفعولین بقوله تعالٰی وجعلنی من قبیل عطف المفرد علی المفرد وبعطف جعلنی المقدر قبل قوله براً علٰی قوله وجعلنی الملفوظ صریحاً فیكون من قبیل عطف الجملة علی الجملة وتمام الأیة قال انی عبدالله اتانی الكتاب وجعلنی نبیاً مباركاً این ماكنت واوصانی بالصلٰوة والزكٰوة مادمت حیا وبراً بوالدتی وعلٰی هٰذا التوجیه الصحیح الحالی عن المحذور والتكلف لم یلزم توجه هٰذا الامر الیه ﷺ وجوب امتثاله به حال كونه فی السماء ایضاً علی انا وان سلمنا التوجیه الذی ذكره ذلک وقطع النظر عن لزوم المحذور والتكلف فلانسلم ان ایتماره بهٰذا الامر فی تلک الحال غیرمتصور اذ البر كما هو متصور فی زمان حیاة البار والمبرورالیه كلیهما

كذلک يتصور فی زمان ممات المبرور اليه بالاستغفار له واهداء ثواب الطاعات اليه فجزم المستدل بعدم امكان بر المسيح عليه السلام بوالد ته فی تلک الحالة جزم فی غير محله وجملة المرام وخلاصة الكلام ان المسيح رسول اللّٰه حی الی الأن ومرفوع الی السماء بجسده وهذه المسئلة ثابتة بالدلائل من الأيات القرانية والاحاديث النبوية واجماع الامة المحمد ية علی صاحبها الوف صلوات وتسليمات والأيات الدالة عليها قول اللّٰه تبارک وتعالیٰ ماالمسيح بن مريم الارسول قد خلت من قبله الرسل وقوله جل وعلا واذ قال اللّٰه ياعيسیٰ انی متوفيک ورافعک الیّ وقوله تعالیٰ وما قتلوه يقينابل رفعه اللّٰه اليه وقوله الكريم وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته وتقرير دلالة هذه الأيات علی حيٰوته مر باكمل وجه واحسن تفصيل ومنها قول اللّٰه عز برهانه لقد كفرالذين قالوا ان اللّٰه هوالمسيح بن مريم قل فمن يملک من اللّٰه شيئا ان اراد ان يهلک المسيح بن مريم وامه ومن فی الارض جميعاً وتقريرالدلالة ان كلمة ان الداخلة علی كلمة اراد من ادوات الشرط التی وضعت لوقوع الجزاء بوقوع الشرط فی المستقبل والشرط هٰهنا ارادة اهلاک المسيح والجزاء انتفاء قدرة الدفع لغيراللّٰه المدلول عليه التزاماً بقوله تعالیٰ فمن يملک من اللّٰه شيئا فان الاستفهام قائم مقام النفی ونفی الملک من اللّٰه شيئاعلی تقدير ارادة اللّٰه تعالیٰ اهلاكه يوجب ويستلزم انتفاء القدرة لاحد غير اللّٰه عن دفع اهلاكه علیٰ ذلک التقدير فيجب كون كليهما ای الاهلاک وانتفاء القدرة متوقعی الوجود فی المستقبل والا لزم خلاف

وضع كلمة ان وتوقع وجودهما فى الأتى لايمكن الا اذا كان المسيح عليه السلام حياً حين نزول هذه الأية لانه لولم يكن حياً فى ذلك الحين وكان وقوع موته فى الزمان الماضى بالنسبة الىٰ ذلك الحين لادت الأية معنى توقع ارادة اهلاک الهالک وازالة الزائل وامتناعه غيرخفى كامتناع ايجاد الموجود وتحصيل الحاصل وحمل الكلام لضرورة تصحيح المعنى على حكاية حال حيٰوته فى الدنيا مع كونه حقيقة فى الاستقبال اواستعمال كلمة ان فى معنى لوالدالة علىٰ انتفاء الجزاء بانتفاء الشرط فى الماضى رجوع الى المجاز من غير قرينة وقوله عزوجل وامه ومن فى الارض ليس نصاً فى المعطوفية على قوله المسيح بن مريم ليصلح قرينة علىٰ ذلک الحمل اوالاستعمال لانه يحتمل ان يكون مفعولاً لفعل مقدر وهو لفظ يساوى ويكون جملة حالية فيؤل حاصل معنى الأية الى ان اللّٰه قادر على ان يهلک المسيح بن مريم والحال انه يساوى امه ومن فى الارض فى عدم الالوهية فكما ان اللّٰه قادر على مريم ومن عداهم فكذٰلک هو قادر على المسيح لاستواء كلهم فى نفى الالوهية بل ان حكم بتعين هٰذا الاحتمال بالارادة لكان اجدرواحرى لان المقصود بهٰذه الأية ردقولهم ان اللّٰه هو المسيح بن مريم وذا لايكون الا بايقاع المساوات بين المسيح وبين امه ومن الارض فى انتفاء وصف الالوهية وثبوت وصف العبودية ومعهٰذا كيف يصح كونه عطفا و قرينة لصرف الكلام عن حقيقته على ان فى اختيار استعمال كلمة ان بمعنى لومع قطع النظر عن لزوم المحذور ثبوت المدعى من حيات عيسىٰ عليه السلام اظهر

واجلی لانه علی هذا یؤل الی ان الله تعالیٰ لم یرد اهلاکه علیه السلام فی الزمان الماضی وهذا هو المطلوب الذی نحن بصدده فیقال ان حملت کلمة ان علی معنا ها الحقیقی الوضعی فالدلیل ثابت ومدلولنا متحقق وان علی معنی لوالذی هو معناها المجازی فالمدعی علی هذا التقدیر ایضاً ثابت وعلیٰ کل تقدیر فالأیة دلیل لنا وشاهد علی حیوٰة عیسیٰ علیه السلام کما لایخفی علیٰ من له ادنیٰ درایة واما الاجماع علیٰ حیاته الی الأن فلعدم وجود النقل فی کتاب من کتب الشریعة علی خلافها من لدن زمان الصحابة الی یومنا هذا اذ لو لم یکن الاجماع منعقداً علیٰ حیوٰته وکان القول بمماته مذهباً لاحد من المسلمین لنقله الناقلون ولم یطبقواعلی عدم نقله وتفسیر حبرالامة ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قوله عزوجل انی متوفیک بقوله انی ممیتک لیس نصا فی مضی اماتته لان اسم الفاعل لکونه اسماً لا اختصاص له بزمان دون زمان کما یدل علیه ماحدوا الاسم به وما رواه النسائی وابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما لما اراد الله ان یرفع عیسیٰ خرج علیٰ اصحابه وفی البیت اثنا عشررجلا فقال ان منکم من یکفربی من بعد ان آمن ثم قال ایکم یلقی شبهی فیقتل مکانی فیکون له الجنة فقام شاب احدهم سنّا فقال انا فقال اجلس ثم اعاد فعاد فقال اجلس ثم اعاد فعاد الثالثة قال فصلب بعد ان رفع عیسیٰ الی السماء وجاء الطلب من الیهود فاخذوا الشاب اھ کما لین ومانقل عن وهب فغیر مستند ولئن سلمنا استناده فلایضر اجماع المسلمین لاحتمال انه نقل ذلک من اهل الکتاب ویؤید هذا الاحتمال نسبة محمد بن اسحاق

وصاحب الوجيز والبيضاوى القول بوقوع موته الى النصارى وانه قال فى الوجيز حيٰوة المسيح مما اجمع عليه المسلمون واخبر الحافظ ابن القيم والفاضل الكهنوى نقلا عنه بتحقق اجماع المسلمين كلهم علٰى حياته عليه السلام فلم يبق للمنقول عن وهب محمل سوى ذٰلک الاحتمال ولئن تاملت فى رسائل الكائد الكاديانى ماوجدت دليلا ً لا شرعياً ولا عقلياً بيده على ما ادعاه ووجدت اقوى دلائله ما لايعده اولوالعقول دلائل بل استبعادات عادية واستيحاشات بعدم موانسة كما هو داب ارباب الجهالات من عدالاستبعاد استدلالاً كاستدلال بعض كفره ايام الجاهلية باستبعاد احياء العظام وهى رميم وقد اخبر منه اللّٰه الحميد فى كتابه المجيد حيث قال عزوجل اولم يرالانسان انا خلقناه من نطفة فاذا هو خصيم مبين وضرب لنا مثلاً ونسى خلقه قال من يحى العظام وهى رميم وكاستدلال بعضهم كما حكى اللّٰه تعالىٰ اجعل الألهة الٰها واحداً ان هٰذا لشئ عجاب وكثير من هٰذه الامثال مذكور فى كتابه المستطاب وقد حصل الفراغ من تحرير هٰذه الرسالة النافعة سنة الف وثلثما ته واحدى عشر من الهجرة النبوية على صاحبها الوف الوف صلوة وتحية والمرجو من المطالعين لها ان لاينسونى من ادعيتهم فى خلص اوقاتهم بالعافية والانسلاک بمسلک اهل السنة والاختتام بحسن الخاتمة وليكن اختتام الرسالة بهٰذا الكلام وعلى اللّٰه التوكل وبه الاعتصام واخر دعوٰنا ان الحمد للّٰه رب العٰلمين وصلى اللّٰه على خليفته وخير خليقته محمد واله و صحبه وعشيرته ومن تبعهم الى يوم الدين اجمعين۔